۱۹۸۵ کا اقبالیاتی ادب

ایک جائزہ

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

اقبال اکادمی پاکستان

سلسلۂ منشورات

۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب

ایک جائزہ

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

اقبال اکادمی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں:

ناشر: پروفیسر محمد منور
ڈائرکٹر اقبال اکادمی پاکستان

طبع اوّل: ۱۹۸۶ء

مطبع: کارواں پریس لاہور

تعداد: ایک ہزار

قیمت: ۱۸- روپے

نگرانِ طباعت: فرخ دانیال

ترتیب

دیباچہ — محمد سہیل عمر — ۷

متنِ اقبال

تاریخ تصوف — مرتبہ : صابر کلوروی — ۹
خطوطِ اقبال بنام ویگے ناست — مشمولہ: "اقبال یورپ میں"۔ ڈاکٹر سعید اختر درانی — ۱۱
خطوطِ اقبال بنام شیخ اعجاز احمد وغیرہم — مشمولہ: "مظلوم اقبال" اعجاز احمد — ۱۴
خطوطِ اقبال بنام عبدالعزیز مالواڈہ — مشمولہ: "نوادر" شائع کردہ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور
"فلسفۂ عجم" کا محذوف متن — مشمولہ: "اقبال یورپ میں" ڈاکٹر سعید اختر درانی — ۱۵
"مثنوی پس چہ باید کرد ...." — شائع کردہ: کلچرل سنٹر، اسلامی جمہوری ایران، اسلام آباد — ۱۷
اقبال لاہوری در کتابہای درسی جمہوری اسلامی ایران — مطبوعہ از ایران — ۲۶

سوانحی کتابیں

مظلوم اقبال — اعجاز احمد
اقبال کے ہم نشین — مرتبہ: صابر کلوروی — ۳۰
اقبال یورپ میں — ڈاکٹر سعید اختر درانی — ۳۲
جاویدانِ اقبال (از ڈاکٹر جاوید اقبال) — ترجمہ : ڈاکٹر شہینِ دخت مقدم — ۳۵

تشریحاتِ اقبال

فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو — پروفیسر محمد عثمان — ۴۳

مناجاتِ جاوید نامہ	عبید اللہ قدسی	۳۵
افکار و تصوراتِ اقبال	ڈاکٹر ایس ایم منہاج الدین	۳۶

فکری و تنقیدی مباحث

اقبال کے مشبّہ بہ اور مستعارٌ منہ	ڈاکٹر سعد اللہ کلیم	۲۷
اقبال کا تصورِ اجتہاد	ڈاکٹر محمد خالد مسعود	۲۹
جدیدیت اور اقبال	مرتبہ: آلِ احمد سرور	۳۰
محبِ وطن اقبال	سید مظفر حسین برنی	۳۱
شہپرِ جبریل (از این میری شمل)	ترجمہ ڈاکٹر محمد ریاض	۳۳
اقبال، کشش اور گریز	ڈاکٹر عالم خوند میری	۳۶
اقبال، ایک مطالعہ	جابر علی سید	۳۷
مطالعۂ اقبال کے چند پہلو	میرزا ادیب	۳۸
اقبال، فکر و عمل	فتح محمد ملک	۳۹
اقبال شناسی کے نئے زاویے	مرتبہ: ڈاکٹر سلیم اختر	۴۰
اقبال کے فکر و فن کی ایک تحسین (انگریزی)	ڈاکٹر عبدالشکور احسن	۴۱
اقبال کا تصور انقلاب	ڈاکٹر کلیم صدیقی	۴۲
اقبال اور نظریۂ قومیت	ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی	۴۱
افاداتِ اقبال	ڈاکٹر محمد ریاض	۴۰
اقبالِ کامل (انگریزی)	ناھرہ حبیب	۶۰
تفہیمِ اقبال	پروفیسر فروغ احمد	۷۱

متفرق مطبوعات

علامہ اقبال	شریف المجاہد	۶۹
حضرت شاہ ہمدان اور اقبال	ڈاکٹر محمد ریاض	۷۰
علامہ اقبال، خطوط کے آئینے میں	ڈاکٹر جمیل جالبی	۷۱

اقبال کی اردو نثر	شائع کردہ : علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی	۴۱
جہان اقبال	زاہد حسین انجم	۴۳
علامہ اقبال، سوال وجواب میں	مقبول انور داؤدی	۴۳

جامعات کے امتحانی مقالے

یوسف سلیم چشتی (بحیثیت شارح اردو)	اختر النساء	۴۴
بشیر احمد ڈار، بطور اقبال شناس	یاسمین کوثر	۴۴
کلام اقبال میں قرآنی تلمیحات کا جائزہ	فرخ طاہرہ نقوی	۴۴

مجلات واخبارات کی خصوصی اشاعتیں (اقبال نمبر)

ماہِ نو	مدیر : قائم نقوی	۴۳
صحیفہ	مدیر : احمد ندیم قاسمی	۴۴
روزنامے (نوائے وقت۔ جنگ۔ مشرق۔ امروز۔ جسارت۔ پاکستان ٹائمز وغیرہ)		۴۳

کتابیات اقبال ۱۹۸۵ء

۱۹۸۵ء میں شائع ہونے والی کتابوں اور مضامین کا اشاریہ	۴۶

دیباچہ

اقبالیات ایک مستقل شعبۂ علم اور جداگانہ میدانِ تحقیق بن چکا ہے۔ اسے کسی دوسرے شعبے کے ضمیمے کے طور پر ختم کرنا ممکن نہیں رہا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جس طرح دیگر شعبہ ہائے علم و فن اور تحقیق و تخلیق سے متعلق جائزے، گوشوارے اور رپورٹیں مرتب ہوتی ہیں اسی طرح اقبالیات سے متعلق منظرِ عام پر آنے والے مواد کا شماریاتی بلکہ کسی حد تک ناقدانہ جائزہ بھی مرتب ہوا کرے۔ ایسے جائزے ضروری بھی ہیں اور مفید بھی —— ان سے نہ صرف سامنے آنے والے مطالعات کے کیف و کم کا اندازہ ہوتا رہتا ہے بلکہ رجحانات کے حوالے سے اس شعبے کی سمتِ سفر بھی واضح ہو جاتی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اقبالیات کے سالانہ جائزے کا یہ سلسلہ دو سال پہلے شروع کیا گیا تھا۔ ۱۹۸۴ء کا جائزہ اکادمی کے مجلۂ علمی "اقبالیات" (جولائی تا اکتوبر ۱۹۸۵ء) میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۸۵ء کا جائزہ علیحدہ کتابچے کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ دونوں جائزے اشاعت سے پہلے "حلقۂ اقبال" کی خصوصی نشستوں میں پڑھے گئے اور تنقید و آرا کی روشنی میں مناسب ترمیم و اضافے کے بعد کتابی صورت میں پیش کیے گئے۔

اس نوع کے جائزوں میں کسی بھی شعبے سے متعلق ہر چیز کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہوتا ہے۔ ہماری طباعتی دنیا میں اطلاعات کا کوئی مربوط اور منظم طریقہ کار نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح کے جائزوں کی وسعت اور معیار کا انحصار بڑی حد تک مرتب کرنے والے کی ہمت، لگن اور تحقیق کی صلاحیت پر رہ جاتا ہے۔ اس جائزے کے مرتب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب محقق بھی ہیں اور محنت آشنا بھی۔ ہمیں امید ہے کہ زیرِ نظر جائزہ سے قارئین کو بہ اعتبارِ مقدار و معیار اقبالیاتی ادب کی پیش رفت کا اندازہ بھی ہو جائے گا اور اقبالیات کے موجودہ رجحانات کا ایک اجمالی نقشہ بھی ان کے سامنے آ جائے گا۔

محمد سہیل عمر
نائب ناظم اقبال اکادمی

اقبال کا شعری اور نثری متن ہی اقبالیات کی اساس ہے۔ متنِ اقبال موجود و معلوم ہے، پھر بھی فرمودات و ملفوظات اور تحریرات و خطوطِ اقبال کی دریافت کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور کوئی برس نہیں جاتا کہ علامہ کی کوئی نئی تحریر یا کوئی خط دریافت نہ ہوتا ہو۔ امسال اس نوع کی کئی دریافتیں ہوئی ہیں، جو اقبال کے متن میں خصوصاً، اور اقبالیات میں عمومی طور پہ اہم اضافہ ہیں۔

سب سے پہلے ذکر ان دو ابواب اور متفرق نوٹس کا جو تاریخ تصوف سے متعلق ہیں اور جن کا ذکر خان محمد نیاز الدین خاں، سید فصیح اللہ کاظمی اور اسلم جیراجپوری وغیرہم کے نام مکاتیبِ اقبال میں ملتا ہے۔ اقبال نے اسلامی تصوف کی تاریخ لکھنی شروع کی تھی، مگر ان کے الفاظ میں: "افسوس کہ مسالہ نہ مل سکا، اور ایک دو باب لکھ کر رہ گیا۔" علامہ کی اس نوعمر دہ تصنیف کے دو مکمل ابواب، اور بقیہ ابواب کے نوٹس اور متفرق اشارات، ان کے کاغذات میں محفوظ رہ گئے۔ یہ تحریریں بخطِ اقبال، علامہ اقبال میوزیم لاہور میں محفوظ ہیں۔ پروفیسر صابر کلوروی، علامہ کے تذکرہ بالا نثری باقیات کو "تاریخ تصوف" کے نام سے حواشی و تعلیقات کے ساتھ مرتب کر کے منظرِ عام پر لائے ہیں۔ پہلے باب میں تصوف اور اسلام کے باہمی تعلق پر بحث کی گئی ہے اور عالمِ اسلام میں تحریکِ تصوف کے آغاز اور اس کے ارتقا کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس دور میں تصوف کے باب میں اقبال کا زاویۂ نظر کیا تھا؟ اس کا اندازہ ان کی زیرِ بحث نو دریافت شدہ تحریر کے ایک دو اقتباسات سے لگایا جا سکتا ہے:

"اسلام نے ایک اعتدال کی راہ اختیار کی تھی، مگر عجمی قوموں کے میلانِ طبائع نے آخر کار اپنے لیے تصوف کی صورت میں ایک رہبانیت پیدا کر لی جو تیرہویں صدی میں خلافتِ اسلامیہ کی تباہی کے وقت اسلامی جماعت میں نہایت زوروں پر تھی۔" (ص ۳۰)

"کسی قوم کا دنیوی عروج اس بات پر منحصر ہے کہ وہ قوم آنکھیں کھلی رکھے، اور گرد و پیش کے واقعات پورے طور پر سمجھ کر اپنے اعمال و افعال کے رُخ کو متعین کرے، لیکن جب اس کے سامنے "دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ" کا نصب العین پیش کیا جائے اور وہ اس نصب العین سے عام طور پر متاثر بھی ہو جائے، تو پھر دنیوی اعتبار سے اور ایک حد تک ذہنی اعتبار سے بھی اس قوم کا خدا حافظ ہے۔" (ص ۳۰)

"تصوف کا لٹریچر نہایت وسیع ہے، اور اس کے دائرے کے اندر مختلف الخیال مصنفین آباد ہیں۔ ان میں بعض مخلص مسلمان ہیں، بعض محض اپنے الحاد اور زندقہ کو تصوف کی آڑ میں چھپاتے ہیں اور بعض نیک نیتی سے غیر اسلامی فلسفے کو فلسفۂ اسلامی تصور کرتے ہیں.......... عام طور پر متصوفین کے دو گروہ ہیں۔ اول وہ گروہ جو شریعت محمدیہ پر قائم ہے، اور اسی پر مخلصانہ استقامت کرنے کو انتہائے کمال انسانی تصور کرتا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے، جس نے قرآن شریف کا مفہوم وہی سمجھا جو صحابہ کرام نے سمجھا تھا، جس نے اس راہ پر کوئی اضافہ نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سکھائی تھی۔ جس کی زندگی صحابہ کرام کی زندگی کا نمونہ ہے۔ جو سونے کے وقت سوتا ہے۔ جاگنے کے وقت جاگتا ہے۔ جنگ کے وقت میدان جنگ میں ہوتا ہے۔ کام کے وقت کام کرتا ہے۔ آرام کے وقت آرام کرتا ہے۔ غرض یہ کہ اپنے اعمال و افعال میں اس عظیم الشان انسان اور سادہ زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ جو بنی نوع انسان کی نجات کا باعث ہوتی۔ اس گروہ کے دم قدم کی بدولت اسلام زندہ رہا، زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اور یہی مقدس گروہ اصل میں صوفی کہلانے کا مستحق ہے۔ راقم الحروف اپنے آپ کو ان مخلص بندوں کی خاکِ پا تصور کرتا ہے۔ اپنی جان و مال و عزت و آبرو ان کے قدموں پر نثار کرنے کے لیے ہر وقت حاضر ہے، اور ان کی صحبت کے ایک لمحے کو ہر قسم کے آرام و آسایش پر ترجیح دیتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو شریعت محمدیہ کو خواہ وہ اس پر قائم بھی ہو محض ایک علم ظاہری تصور کرتا ہے۔ ایک طریق تحقیق کو جس کو وہ اپنی اصطلاح میں "عرفان" کہتا ہے، علم پر ترجیح دیتا ہے، اور اس عرفان کی وساطت سے مسلمانوں میں وحدت الوجودی فلسفے اور ایک ایسے عملی نصب العین کی بنیاد ڈالتا ہے جس کا ہمارے نزدیک مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس گروہ میں بھی مختلف الخیال لوگ ہیں۔ مگر ایک عام مماثلت پائی جاتی ہے۔"

(ص ۳۱-۳۲)

خیال ہے کہ اقبال کی زیرِ بحث تحریر ۱۹۱۶ء سے پہلے کی ہے۔ اس لیے اس میں بھی انہی نکات کی توضیح و تکرار ملتی ہے جو "اسرارِ خودی" (۱۹۱۵ء) نیز اسی پر بحث کے ضمن میں لکھے جانے والے مضامین[۵] میں موجود ہیں۔ اپنی شاعری اور نثری

آثار کے حوالے سے تصوف کے باب میں علامہ کے جو خیالات معلوم و معروف ہیں، زیرِ نظر "تاریخ تصوف" سے ان میں کوئی بنیادی تغیر یا تبدیلی واقع نہیں ہوتی، بلکہ اس تحریر سے ان کی توثیق و تصدیق اور وضاحت و صراحت ہو جاتی ہے۔ اس کتاب کے دوسرے باب میں بعض صوفیائے کبار کے حوالے سے تصوف کے ارتقا پر اجمالی تبصرہ کیا گیا ہے۔ آخری تین ابواب: حسین بن منصور حلاج، تصوف اور اسلام، تصوف اور شاعری کے زیرِ عنوانات متفرق اشارات، حوالوں، نوٹس اور یادداشتوں پر مشتمل ہیں۔

دوسری اہم دریافت ڈاکٹر سعید اختر درانی کی ہے، اور یہ مس ویگے ناسٹ کے نام اقبال کے ۲۷ خطوط ہیں۔ سترہ جرمن میں اور دس انگریزی زبان میں ـــــ ان میں اکاّ دکاّ خط پہلے بھی چھپ چکے ہیں لیکن یکجا صورت میں خطوط کا متن اور اردو ترجمہ پہلی بار سامنے آیا ہے۔ یہ خطوط ڈاکٹر درانی کی کتاب "اقبال یورپ میں" میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر درانی نے جناب محمد امان اللہ ہرمٹ ہوبوہم کے مضمون "نامہ و پیامِ دل کا" کے ذریعے اور اپنے وضاحتی اشارات و تعلیقات کی مدد سے خطوں کا پس منظر و پیش منظر واضح کیا ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ ممتاز حسن مرحوم نے یہ خطوط مس ویگے ناسٹ سے حاصل کیے، اور ان کی نقول جناب امان اللہ ہوبوہم کو عطا کیں۔ یہ خطوط اقبال کے بعض سوانحی کوائف کے تعین کے ضمن میں مدد کرتے ہیں۔ نیز ان سے اقبال کی جرمن زبان دانی، لندن میں ان کی قیام گاہوں اور بعض دیگر امور کے بارے میں قیمتی معلومات حاصل ہوتی ہیں ـــ اقبال ۱۹۰۷ء میں ہائیڈل برگ کی شیرر منزل میں مقیم تھے جو غیر ملکی طلبہ کے لیے مخصوص مہمان خانہ تھا۔ مس ویگے ناسٹ اقبال کی جرمن زبان کی ٹیوٹر تھیں۔ ان خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ویگے ناسٹ اور اس حوالے سے جرمنی کی یاد اقبال کے دل و دماغ سے کبھی محو نہیں ہو سکی۔ ان کے دل میں ویگے ناسٹ کے لیے پسندیدگی اور گرویدگی کا ایک جذبہ موجود تھا مگر بقول ہوبوہم: یہ گرویدگی بالکل پاک اور معصوم تھی۔ ..... اقبال کی نظروں میں ویگے ناسٹ ان تمام اشیاء کی نمایندگی کرتی تھیں جن کو وہ جرمنی میں محبوب اور قابلِ تعظیم سمجھتے تھے، اور جو انھیں جرمنی کے تمدن، اس کے فکر، اس کے ادب اور شاید اس کے تمام طرزِ معاشرت میں اس قدر پرکشش معلوم ہوتی تھیں"۔ (ص ۹۵)

یہ خطوط بہ غور گہرے مطالعے کے متقاضی ہیں۔ اقبال کی شخصیت، ان کی نفسیات اور افتادِ طبع کو سمجھنے کے لیے ان خطوط سے کئی اہم نکات ہاتھ آتے ہیں۔ اقبال کا نفسیاتی مطالعہ کرنے والوں اور حیاتِ اقبال کے جذباتی دور پر خامہ فرسائی کرنے والوں کے لیے یہ مکاتیب تازہ لوازمے ـــــ Matter ـــــ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں اقبال کے نو دریافت شدہ خطوط پر کسی تبصرے، تجزیے یا ان کے حوالے سے کسی موشگافی کے بجائے زیادہ مناسب ہوگا کہ اصل تحریروں سے چند اقتباسات پیش کر دیے جائیں۔

۲۰ دسمبر ۱۹۰۷ء: "میری بہت بڑی خواہش ہے کہ میں دوبارہ آپ سے بات کر سکوں اور آپ کو دیکھ سکوں، لیکن میں نہیں جانتا کہ میں کیا کروں۔ جو شخص آپ سے دوستی کر چکا ہو اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ آپ کے بغیر جی سکے۔ براہِ کرم میں نے جو کچھ لکھا ہے، اس کے لیے مجھے معاف فرمائیے"۔

۲۰ جنوری ۱۹۰۸ء: "شاید یہ میرے لیے ممکن نہیں ہوگا کہ میں دوبارہ آپ کو دیکھ پاؤں ...... لیکن میں یہ ضرور تسلیم کرتا ہوں کہ آپ میری زندگی میں ایک حقیقی قوت بن چکی ہیں۔ میں آپ کو کبھی فراموش نہ کروں گا، اور ہمیشہ آپ کے لطف و کرم کو یاد رکھوں گا"۔

۲۱ جنوری ۱۹۰۸ء: "میں ہمیشہ آپ کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں، اور میرا دل ہمیشہ بڑے خوبصورت خیالوں سے معمور رہتا ہے"۔

۲۶ فروری ۱۹۰۸ء: "آپ کی تصویر میری میز پر رکھی ہے، اور ہمیشہ مجھے ان سہانے وقتوں کی یاد دلاتی ہے، جو میں نے آپ کے ساتھ گزارے"۔

۳ جون ۱۹۰۸ء: "جلد خط لکھیے اور تمام احوال بتلائیے۔ میرا جسم یہاں ہے، میرے خیالات جرمنی میں ہیں۔ آج کل بہار کا موسم ہے۔ سورج مسکرا رہا ہے، لیکن میرا دل غمگین ہے۔ مجھے کچھ سطریں لکھیے، اور آپ کا خط میری بہار ہوگا۔ میرے دل میں آپ کے لیے بڑی خوبصورت سوچیں ہیں"۔

۲۷ جون ۱۹۰۸ء: "میں اگلے سال یورپ واپس آنے اور آپ سے ملنے کی امید رکھتا ہوں۔ مت بھولیے گا کہ گرچہ کئی ملک اور سمندر ہمیں ایک دوسرے سے جدا کریں گے پھر بھی ہمارے درمیان ایک غیر مرئی رشتہ قائم رہے گا"۔

۳ ستمبر ۱۹۰۸ء: "میں اپنی ساری جرمن زبان بھول گیا ہوں، لیکن مجھے صرف ایک لفظ یاد ہے۔ ایما"۔

۱۱ جنوری ۱۹۰۹ء: "میں اب لاہور میں ہوں، اور یہاں ایڈووکیٹ کے طور پر کام کر رہا ہوں۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں کہ میں کبھی آپ کے خوبصورت وطن کو بھول سکوں۔ جہاں میں نے بہت کچھ سیکھا اور —— براہ کرم ہمیشہ مجھے لکھتی رہیے گا۔ شاید ہم دوبارہ جرمنی یا ہندوستان میں ایک دوسرے سے مل سکیں۔ کچھ عرصہ بعد جب میرے پاس کچھ پیسے جمع ہو جائیں گے تو میں یورپ میں اپنا گھر بناؤں گا"۔

۳۰ جولائی ۱۹۰۹ء: "مجھے جرمنی بہت پسند ہے۔ اس نے میرے تصورات پر بہت اثر کیا ہے اور میں جرمنی میں اپنا قیام کبھی فراموش نہیں کروں گا۔ میں یہاں اکیلا ہوں اور خود کو بڑا غمگین پاتا ہوں"۔

۴ جولائی ۱۹۱۲ء: "میں جرمنی کو کبھی نہیں بھول سکوں گا"۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء: "میری یہ بڑی آرزو ہے کہ میں پھر آپ سے ملوں، اور ان پُرمسرت دنوں کی یادیں تازہ کروں جو افسوس کہ اب ہمیشہ کے لیے گزر چکے ہیں"۔

۱۷ جنوری ۱۹۳۲ء: "میں نے بہت کچھ لکھا ہے، الا وہ تمام چیزیں جو میں نے بطور شاعری اور فلسفے کے لکھی ہیں، میں نے شائع کرا دی ہیں۔ تاہم میرے ذہن نے ہمیشہ ایک کمی سی محسوس کی ہے، اور خود کو اپنے ارد گرد کے ماحول میں تنہا سا پایا ہے۔ جوں جوں میری عمر بڑھ رہی ہے اس تنہائی کا احساس بھی فزوں تر ہوتا جاتا ہے"۔

جرمنی میرے لیے ایک طرح سے دوسرا روحانی وطن تھا۔ میں نے اس ملک میں بہت کچھ سیکھا، اور بہت کچھ سوچا تھا۔ گزشتہ وطن نے میری روح کے اندر ایک دائمی گھر حاصل کر لیا ہے ؎

بحیثیت مجموعی ان خطوں میں ہائیڈل برگ کے خوب صورت اور بہجت افزا دنوں کی یاد ہے، دریائے نیکر کے کنارے گزارے ہوئے لمحوں اور روحانی صحبتوں میں دیکھے ہوئے خوبصورت خوابوں کا تذکرہ ہے۔ جرمنی کے لیے پسندیدگی اور والہانہ لگاؤ، جرمنی کی طرف مراجعت اور سفرِ ہائیڈل برگ کی تمنا تازہ کرتے نظر آتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر امان اللہ ہوبوہم: "فرائیلائن ویگے ناسٹ ہی گوئٹے ہیں اور ہائنے بھی۔ اور کانٹ، شوپنہاور، ہائیڈل برگ، نیکر، جرمنی، اور وہ بہجت انگیز دن بھی...... اور وہ مسرت بھرے دن اور جرمنی اور دریائے نیکر اور ہائیڈل برگ اور شوپنہاور اور کانٹ اور ہائنے اور گوئٹے۔ یہ سب کے سب فرائیلائن ویگے ناسٹ کی شخصیت میں مجسم ہو گئے تھے" (ص ۱۰۲) جرمنی، ویگے ناسٹ اور اقبال کے درمیان جو زمانی و مکانی بُعد، دوری اور فاصلہ حائل ہو چکا تھا (اور گزرتے دنوں اور سالوں کے ساتھ یہ فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا) اقبال ان خطوں کے ذریعے دوری اور فاصلے کی اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔

ان خطوں کے حوالے سے اقبال فرائیلائن ویگے ناسٹ کے گرویدہ ہیں کیونکہ ویگے ناسٹ ان تمام اشیا کی نمایندگی کرتی تھیں، جن کو وہ جرمنی میں محبوب اور قابلِ تعظیم سمجھتے تھے، اور جو انھیں جرمنی کے تمدن، اس کے فکر، اس کے ادب اور شاید اس کے تمام طرزِ معاشرت میں اس قدر پرکشش معلوم ہوتی تھیں۔ ان خطوں میں پائی جانے والی بے تابی و بے قراری اور والہانہ پن اس ویگے ناسٹ کے لیے ہے جو اقبال کے لیے اول و آخر ایک دوست ہے ــــ اور دوستوں کے بارے میں اقبال نے ایک بار عطیہ فیضی کو لکھا تھا: "اگر کوئی موقع آیا تو یقیناً میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں اپنے دوستوں سے کس قدر شدید محبت کرتا ہوں اور میرا دل ان سب کے لیے کس گہرے طریقے سے بے تاب رہتا ہے" ویگے ناسٹ کے لیے اقبال کی پسندیدگی کا ایک سبب اس کی سچائی اور خلوص ہے۔ وہ ۹، اپریل کو مس عطیہ کو لکھتے ہیں: "دو تین ہفتے ہوئے میرے پاس آپ کی دوست لڑکی ویگے ناسٹ کا خط آیا تھا۔ میں اس لڑکی کو بے حد پسند کرتا ہوں۔ وہ کس قدر اچھی اور سچی good and truthful ہے" (ص ۳۸) اقبال نے ان خطوں میں حالات کے جبر کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور تقدیر کے سامنے انسان کی بے بسی کا بھی۔ ان خطوں کا زمانۂ تحریر ۱۹۰۷ء سے ۱۹۳۳ء تک ہے۔ ان میں نصف سے زیادہ خطوط ۱۹۰۷ء، ۱۹۰۸ء، ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۰ء کے دور کے ہیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جب اقبال مس عطیہ بیگم کے نام بعض خطوں میں اپنی گھریلو پریشانیوں، پہلی بیوی سے ذہنی عدم موافقت اور ناسازگار ماحول کا قدرے تلخ لہجے میں ذکر کرتے ہوئے مے نوشی میں پناہ لینے، سپیرا بن کر جنگلوں کی طرف نکل جانے اور ہندوستان سے ہجرت کر جانے یا خودکشی کر لینے کا ذکر کرتے ہیں ــــ مگر انھوں نے ان میں سے کوئی بھی راستہ اختیار نہیں کیا۔ تمام تر بے تابی و بے قراری، کرب و اضطراب اور ناآسودگی کے باوجود تخلیقی سطح پر ان کا فکری اور شعری سفر جاری رہا۔ ان کی ذہنی توانائی اور خلاقی میں فرق نہیں آیا، اور انھوں نے اپنے دل و دماغ کے الہامی

سوتوں سے اردو و فارسی شاعری کی آبیاری جاری رکھی ـــــ یہی اقبال کی عظمت ہے ـــــ مختصر یہ کہ بیگم ناسٹ کے نام اقبال کے یہ ۲۰ خطوط ان کے ذہنی و خیالات، ان کے احساسات اور ان کی سوچوں کی بعض نئی جہتوں کو سامنے لاتے ہیں۔ اس سے اقبال کی عظیم شخصیت کا نقش اور گہرا ہوتا ہے ـــــ یہ خطوط اقبالیات کے سوانحی ذخیرے میں ایک اہم ماخذ شمار ہوں گے۔

مکاتیب اقبال کا ایک اور ذخیرہ، علامہ کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد کی کتاب "مظلوم اقبال" کے ذریعے یکجا ہو کر سامنے آیا ہے۔ یہ خطوط تعداد میں ۱۰۳ ہیں اور علامہ نے مختلف اوقات میں اپنے والد ماجد شیخ نور محمد، برادر بزرگ شیخ عطا محمد اور برادر زادہ شیخ اعجاز احمد کے نام تحریر کیے۔ ایک خط اعجاز صاحب کے چھوٹے بھائی مختار احمد کے نام ہے۔ ان میں سے بیشتر خطوط غیر مطبوعہ ہیں۔ تاہم شیخ اعجاز احمد نے ضروری صراحتوں کے ساتھ انہیں مسلسل و مربوط انداز میں مرتب کر کے پیش کیا ہے۔ بعض خط دو دو سطری ہیں۔ بہت سے خطوط روزمرہ زندگی کے معمولی امور و معاملات سے متعلق ہیں۔ موسم کا تذکرہ، مکتوب نگار کی پیشہ ورانہ مصروفیات اور مقدمات کی پیروی کے لیے بیرون لاہور کے سفر، گھریلو مسائل، خانگی باتیں، عزیزوں کی شادی بیاہ کے معاملات، مکتوب نگار کی علالت اور علاج معالجہ وغیرہ ـــــ لیکن بعض مکاتیب کئی اعتبارات سے اہم ہیں، مثلاً: (ا) شیخ نور محمد کے نام ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کا مکتوب ایک کشمیری پیرزادہ سے ملاقات اور اس کے بتائے ہوئے کشف کی تفصیل پر مشتمل ہے جس کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتِ نماز اقبال کو بلا بھیجا۔ اقبال آئے تو انہیں صفِ نماز میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب کھڑے ہونے کا شرف حاصل ہوا ـــــ اندازہ ہوتا ہے اقبال کو اپنے والد سے غایت درجہ دلی محبت تھی (شیخ نور محمد کی خرابی طبع اور بیماری سے وہ شدید طور پر بے چین و مضطرب اور متفکر و پریشان ہو جاتے۔

(ب) بعض خطوں میں اقبال نہایت ہی امید پرست نظر آتے ہیں۔ والد کے نام ۳ جون ۱۹۲۰ء کے خط میں لکھتے ہیں: "یہ زمانہ انتہائے تاریکی کا ہے لیکن تاریکی کا انجام سپیدہ ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ جلد اپنا فضل کرے، اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نورِ محمدی عطا کرے۔" شیخ عطا محمد کے نام ۲۰ ستمبر ۱۹۲۲ء کے خط میں لکھتے ہیں: "اگر بعض خیالات آپ کو افسردہ کر رہے ہیں، تو ان کو یک قلم دل سے نکال دینا چاہیے۔ خدا تعالیٰ آپ کی تمام مشکلات کو رفع کرے گا اور برکت نازل کرے گا۔ اگر آپ زندگی سے دل برداشتہ بھی ہوں، تو محض اس خیال سے کہ اسلام پر بہت اچھا زمانہ عنقریب آنے والا ہے، اپنی صحت کی طرف توجہ کیجیے تاکہ آپ اپنی آنکھوں سے اس زمانے کا کچھ حصہ دیکھ لیں۔" ـــــ اسلام کی سربلندی کے لیے ان کے دلی جذبات و اضطراب ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اس اخباری گپ پر یقین کر لیا کہ روس کا نیا صدر ایک مسلمان ہے جس کا نام محمد ستالین ہے۔[۴۵]

اپنی ہمشیرہ کریم بی بی کے نام ۹ دسمبر ۱۹۱۹ء کے خط کا یہ اقتباس، اقبال کی ذہنیت اور شخصیت کو سمجھنے میں اہم معلوم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں: "میں جو اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو قوائے دماغی بہت اچھے عطا فرمائے تھے۔ اگر یہ قویٰ دینی علوم کے پڑھنے میں صرف ہوتے تو آج خدا کے رسول کی میں کوئی خدمت کر سکتا۔ اور جب مجھے خیال آتا ہے کہ والد مکرم مجھے علوم دینی ہی پڑھانا چاہتے

تھے تو مجھے اور بھی قلق ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ صحیح راہ معلوم بھی تھی تو بھی وقت کے حالات نے اس پر چلنے نہ دیا۔ بہرحال جو کچھ خدا کے علم میں تھا، اور مجھ سے بھی جو کچھ ہو سکا میں نے کیا۔ لیکن دل چاہتا ہے کہ جو کچھ ہوا اس سے بڑھ کر ہونا چاہیے تھا، اور زندگی تمام و کمال نبی کریمؐ کی خدمت میں بسر ہونی چاہیے تھی۔" بحیثیت مجموعی ان خطوں کا ایک اہم پہلو اقبال کی روحانیت ہے، جو خاصی تربیت یافتہ ہے

"مظلوم اقبال" میں شامل ذخیرۂ مکاتیب کے مرتب نے متعدد خطوں سے کئی عبارات حذف کر دی ہیں۔ بیشتر محذوف عبارات کا تعلق اقبال کی پہلی بیوی کے حوالے سے ان کی عائلی زندگی سے ہے۔ مرتب کے خیال میں اقبال کی متاہل زندگی کے المیے کے متعلق پبلک میں بحث و تمحیص مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ (ص ۲۳۵) اقبال کی زندگی کا یہ پہلو کوئی سربستہ راز نہیں رہا؛ اقبال اور ان کی پہلی بیوی کے درمیان مزاجی اور ذہنی اعتبار سے تفاوت اور بُعد اس درجے میں تھا کہ عائلی زندگی کی گاڑی نہ چل سکی۔ اقبالیات کے سوانحی ذخیرے میں اس پر کئی بحثیں ملتی ہیں، خصوصیت سے سید نذیر نیازی اور ڈاکٹر جاوید اقبال نے اس مسئلے پر کھل کر لکھا ہے۔ اصل حقائق سامنے آجانے سے اقبال کے وقار میں کچھ اضافہ ہی ہوا ہے۔ اس اعتبار سے شیخ اعجاز احمد کی احتیاط پسندی کچھ زیادہ ہی غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اگر وہ محذوف حصوں کو نہ چھپاتے تو ہمیں یقین ہے کہ ان سے وہ حقیقی وجوہ سامنے آتیں جو اقبال اور ان کی پہلی بیوی (اور اسی طرح ان کے بڑے بیٹے آفتاب) سے تعلقات کی کشیدگی اور اس کے نتیجے میں دُوری کا سبب بنے۔ (مزید چند خطوط کا ذکر اس کتاب کے بالکل آخر میں ملاحظہ کیجیے)

متن اقبال کی "دید و دریافت" کے ضمن میں Development of Metaphysics in Persia کے بعض غیر مطبوعہ حصوں کا ذکر بھی ہو جائے جو اس مقالے کے کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں موجود مسودے میں تو موجود ہیں، لیکن اقبال نے مقالہ ڈاکٹریٹ کے لیے پیش کرتے ہوئے ان حصوں کو حذف کر دیا، اور اب وہ مقالے کے مطبوعہ متن میں شامل نہیں۔ یہ مقالہ ابتداءً اقبال نے ٹرنٹی کالج کیمبرج میں بی اے آنرز کے Advanced Student کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔ بعد ازاں کسی قدر ترمیم و تصحیح، نظر ثانی اور حذف و اضافے کے بعد اسے مطبوعہ صورت میں پی ایچ ڈی کے لیے میونخ یونیورسٹی میں پیش کیا گیا۔ اس کا کھوج ڈاکٹر سعید اختر درانی نے لگایا ہے۔ انھوں نے اسی برس شائع ہونے والی اپنی کتاب "اقبال یورپ میں" میں اس دریافت کی رام کہانی بیان کی ہے، اور اُن اختلافات کی نشان دہی بھی کی ہے جو ابتدائی مسودے اور مطبوعہ مقالے میں نظر آتے ہیں۔ ابواب کی ترتیب، ابواب کے عنوانات اور بعض الفاظ و اسماء کے املا میں اختلاف کی حیثیت تو چنداں اہم نہیں ہے لیکن بعض محذوف حصے قابلِ توجہ ہیں۔ ڈاکٹر درانی نے محذوف صفحات کے عکس شائع کیے ہیں۔ ان میں چھ صفحات پر مشتمل ایک تو وہ جزو ہے جس کا موضوع الفارابی ہے۔ دوسرا حصہ چودہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس حصے میں The Rise of Rationalism کے تحت مقالہ نگار نے ایرانی عقل پرستوں پر بحث کی ہے اور بنی امیہ اور معتزلہ کے دور کی جبر و اختیار کی کش (Free Will Controversy) کا جائزہ لیا ہے۔ اس

جاتا ہے۔ بعض مقامات پر اقبال کا لہجہ ان کے عمومی مسلک و انداز کے برعکس خاصا سخت اور تند و تیز ہے۔ مثلاً ایک جگہ حجاج بن یوسف کے بارے میں لکھا ہے۔

> Hajjaj Ibn yousuf - that human monster, in whom all the various forms of barbarous cruelty had found their complete embodiment.

متونِ اقبال کے تذکرے میں "مثنوی پس چہ باید کرد......" کے اس نفیس نسخے کا تعارف ضروری ہے جو اقبال سے عقیدت، اور ان کی عظمت کے اعتراف میں پاکستان میں اسلامی جمہوریہ ایران کے کلچرل سنٹر کی طرف سے گذشتہ برس شائع کیا گیا۔ اس حسین و جمیل نسخے کی کتابت نقی ششتری اور تذہیب استاد حسین اسلامیان نے کی ہے۔ خطاطی، تزئین و آرائش، رنگوں کا امتزاج، کاغذ کا انتخاب اور طباعت کا معیار، ایک سے ایک بڑھ کر اور خوب سے خوب تر ہے۔ لاریب، اقبالیات کی تاریخ میں کلامِ اقبال کا کوئی مجموعہ اور کوئی جزوی یا مکمل نسخہ اس غیر معمولی اہتمام اور اس خصوصی کاوش سے کبھی شائع نہیں ہوا۔ متنِ اقبال کی اشاعتوں میں یہ نسخہ ایک ارمغان کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔

علامہ اقبال کی باقاعدہ سوانح عمریوں کے علاوہ ان کی حیات و شخصیت اور ملفوظات سے متعلق۔ بعض کتابوں مثلاً "ملفوظاتِ اقبال"، "اقبال کے چند جواہر ریزے"، "روزگارِ فقیر" اور "اقبال کے ہم صفیر" میں بھی اقبالیات کے سوانحی ذخیرے کا قیمتی لوازمہ ملتا ہے۔

اس برس اس نوع کی دو کتابیں سامنے آئی ہیں۔ شیخ اعجاز احمد کی تصنیف "مظلوم اقبال" میں ضمنی طور پر اقبال کا ذکر تو ہو چکا ہے۔ اصلاً یہ کتاب "چچا جان" (اقبال) سے متعلق مصنف کی یادداشتوں، اقبالیات کے ذخیرے میں راہ پا جانے والی بعض روایتوں کی تردید و تصحیح اور حیاتِ اقبال سے متعلق متعدد صراحتوں پر مشتمل ایک مجموعۂ مضامین ہے۔ طویل اور مختصر مضامین اور شذرات میں بیان کردہ بیشتر حقائق و تصریحات، بالواسطہ "روزگارِ فقیر" اور "زندہ رود" اور بعض متفرق مضامین کے ذریعے سامنے آ چکی ہیں۔ البتہ بعض واقعات نئے ہیں اور دلچسپ بھی۔ نواں باب بعنوان "اقبال منزل" معلومات افزا ہے۔ عبدالمجید سالک کی "ذکرِ اقبال" کے بہت سے بیانات کی تردید کی گئی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سالک صاحب نے اقبال کی سوانح بڑی سہل روی میں لکھی۔ —— شیخ اعجاز احمد نے بتایا ہے کہ اقبال منزل کے جس کمرے کو علامہ کی "جائے ولادت" بتایا جاتا ہے، وہ تو اقبال کی ولادت کے کئی سال بعد تعمیر ہوا۔ اسی طرح اقبال کے بچپن سے منسوب جو جھولا بطور یادگار اقبال منزل میں رکھا گیا ہے، وہ شیخ اعجاز احمد کی بڑی بہن اکبری کے بچوں کے لیے تھا اور آرکیالوجی والوں نے اسے اقبال کی ایک فرضی یادگار بنا کر نمائش کے لیے رکھا ہوا تھا۔

مصنف نے اقبال کی تاریخ پیدائش پر بھی دادِ تحقیق دی ہے۔ خیال رہے کہ اقبال صدی کے موقع پر سرکاری سطح پر ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو اقبال کی تاریخ ولادت طے کر دی گئی تھی۔ لیکن ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری کی

تحقیق کے مطابق صحیح تاریخ ۲۹ دسمبر ۱۸۷۳ء ہے۔ شیخ اعجاز احمد ۱۸۷۷ء ہی پر اصرار کرتے ہیں۔ ان کے بیشتر استدلال کی بنیاد ان کے بقول "مشہور دانش ور اور محقق" پروفیسر محمد عثمان کی تحقیق اور افرادِ خاندان کی شہادت پر ہے۔ انھوں نے بیشتر ظن و تخمین اور قیاس سے کام لیتے ہوئے

........لکھا ہوگا (ص ۸۱)

........تحقیق کرائی ہوگی (ص ۵۵)

........بتلائی ہوگی (ص ۹۰)

........لکھا دی ہوگی (ص ۹۰)

کا سا انداز اختیار کرتے ہوئے ماضی شکیہ میں گفتگو کی ہے۔ ان کی بعض روایات کا ماخذ بڑی بوڑھیوں کی سنی سنائی باتیں ہیں جو اکثر صورتوں میں مبالغہ آمیز ہوتی ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے: "اقبال درونِ خانہ بیان کردہ اس مفروضے کو قبول کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ محمد رفیع سہواً لکھا گیا۔" (ص ۹۴) یہ جملہ لکھتے ہوئے مصنف کی نظر سے یہ حقیقت اوجھل ہو گئی کہ سہو "سہو" ہوتا ہے اور "سہو" کے لیے کسی اور "وجہ" کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پہلی بیوی کو نان نفقہ کی رقم کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں "جہاں تک مجھے یاد ہے پہلے ۴۰ روپے ماہوار تھی، پھر ۵۰ روپے ماہوار کر دی گئی اور آخری سالوں میں تو سو روپے ماہوار بھی ادا ہوا۔" (ص ۹۴) یہ بات درست نہیں ہے۔ اقبال میوزیم لاہور میں موجود علامہ کے رجسٹر آمد و خرچ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پچاس روپے بھیجے جاتے تھے مگر والدہ جاوید کی وفات کے بعد کمی کر کے تیس روپے ادا کیے جانے لگے ـــــ اقبال کی تاریخ ولادت اقبالیات کا ایک پامال موضوع ہے، اور عام قارئین اس پر تحقیقی بحث کی تفصیل کے متحمل نہیں ہو سکتے، اس لیے یہاں تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے سر دست ہم یہی عرض کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ شیخ اعجاز احمد کے دلائل کمزور ہیں اور ان کی بحث قاری کو مطمئن اور قائل کرنے والی نہیں ہے۔

مصنف نے متعدد دستاویزات کا حوالہ دیا ہے اور بعض عبارات نقل کی ہیں، مگر کہیں بھی دستاویزات کے عکس نہیں دیئے یہ اس کتاب کی سب سے نمایاں خامی ہے جو خاصی کھٹکتی ہے۔ عام قاری کے لیے یہ وضاحت کہ (اصل دستاویزات میوزیم میں محفوظ ہیں) اس لیے بے کار و لاحاصل ہے کہ ننانوے فی صد سے بھی زائد قارئین کے لیے میوزیم تک رسائی اور دستاویزات (خطوط) کا معائنہ و ملاحظہ ممکن نہیں ہوگا ـــــ جدید اشاعتی سہولتوں کے سبب اہم نوعیت کے خطوط و دستاویزات کی عکسی نقول، کتاب میں شامل کر لینا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا، یہ بات خود مصنف کے حق میں تھی، اور اس سے کئی امور پر مزید کلام کی گنجایش نہ رہتی اور بعض باتیں اظہر من الشمس ہو جاتیں۔ شیخ اعجاز احمد کے والد شیخ عطا محمد بلوچستان کے ایام ملازمت میں ایک مقدمے میں ماخوذ ہو گئے تھے، بعض حلقے اسے رشوت یا غبن کا کیس قرار دیتے ہیں۔ مصنف نے بتایا کہ شیخ عطا محمد کے خلاف یہ مقدمہ انگریز اور ہندو افسران کی ملی بھگت کا نتیجہ تھا، اور تحقیق کے بعد وہ بے گناہ پائے گئے۔ ثبوت میں انھوں نے شیخ عطا محمد کی

سروس بک سے یہ اندراج نقل کیا ہے:

Atta Muhammad has been found not guilty. He should receive pay as if released free of suspicion.

شیخ عطا محمد کے بارے میں افسرانِ بالا کا یہ ریمارکس بہت اہم ہے۔ مگر مصنف اس اندراج کا عکس شاملِ کتاب کر دیتے تو بہت اچھا تھا۔ اسی طرح بعض خطوط کے بارے میں انہوں نے بتایا ہے کہ ان کا متن اقبال کا قلمی نہیں، کسی اور سے املا کرایا گیا۔ ایسے خطوں کی عکسی اشاعت زیادہ مناسب تھی۔

اس کتاب کے طویل ترین باب کا عنوان ہے: "اقبال اور احمدیت"[۹]۔ مضمون کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"اپنی حیات کے آخری تین چار سالوں میں چچا جان نے احمدیت کے خلاف جو محاذ کھڑا کیا۔۔۔۔۔۔۔"

اس آغاز سے مصنف کی tone کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہ اس آغاز کا انجام کیا ہوگا۔ مضمون کے دوسرے پیراگراف کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے:

"احمدیوں کے متعلق ان (اقبال) کے تکفیری بیانات کو مسلمانوں کے سنجیدہ حلقوں میں بھی تعجب سے پڑھا گیا۔ اوّل اس لیے کہ چچا جان تو ملاؤں کے شغلِ تکفیر بازی کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ وہ خود بھی اس اوچھے اور کثرتِ استعمال سے کُند شدہ ہتھیار کا گھائل ہو چکے تھے۔ دوسرے اس لیے کہ احمدیوں کی دو ایک عقاید سے اتفاق اور دو ایک سے اختلاف کے باوجود علامہ عمر بھر اپنے قول و فعل سے احمدیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ تسلیم کرتے رہے تھے۔" (ص ۱۹۵)

اس اقتباس میں مصنف نے کمال ہوشیاری کے ساتھ متعدد مغالطے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ "اقبال کے تکفیری بیانات" اور "ملاؤں کے شغلِ تکفیر بازی" دو بالکل مختلف نوعیت کے طرزِ عمل ہیں۔ فروعیات پر ملاؤں کا شغلِ تکفیر بازی بلاشبہ ایک ناواجب اور قابلِ نفرین رویہ ہے، جو افتراق بین المسلمین کا سبب بنتا ہے۔ مگر احمدیوں کے متعلق علامہ کے "تکفیری بیانات" بالکل جداگانہ نوعیت کے ہیں، جن کے ذریعے علامہ نے ختمِ نبوت کے مسئلے پر خالص علمی بحث کی ہے۔ ختمِ نبوت دین کی فروع نہیں۔ اس کا تعلق بنیادی ایمانیات سے ہے۔ شیخ اعجاز نے دو مختلف النوع رویوں کو گڈمڈ کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ علامہ بھی قادیانیوں کے خلاف وہی روایتی "اوچھے" اور "کند شدہ ہتھیار" استعمال کرنے کے مرتکب ہوئے۔ پھر یہ جملہ کس قدر عیارانہ اور خانہ ساز ہے کہ: "احمدیوں سے متعلق ان (اقبال) کے تکفیری بیانات کو مسلمانوں کے سنجیدہ حلقوں میں بھی تعجب سے پڑھا گیا۔" "سنجیدہ حلقے" کون سے تھے؟ اور انہوں نے کب، کہاں اور کس طرح علامہ کے بیانات دربارۂ ختمِ نبوت پر "تعجب" کا اظہار کیا؟ مصنف کوئی ایک آدھ ہی حوالہ دے دیتے تو ایک بات تھی۔ فی الحقیقت حضرت علامہ نے قادیانیوں کے بارے میں جو بیانات دیے، وہ مسئلہ ختمِ نبوت پر ٹھوس فکری، فلسفیانہ اور علمی بنیادیں فراہم کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے جملہ

مکاتیب فکر نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا اور علامہ کی اس تجویز کو کہ قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے عامۃ المسلمین میں ایسی پذیرائی حاصل ہوئی کہ قادیانیوں کے خلاف برصغیر میں اٹھنے والی تحریکوں میں، اس نے ایک نعرے کی حیثیت اختیار کر لی اور اسی کے نتیجے میں آئینِ پاکستان میں ایک ترمیم کے ذریعے ۱۹۷۴ء میں قادیانی قانونی طور پر بھی غیر مسلم قرار پائے۔

مندرجہ بالا اقتباس میں علامہ کے "احمدیوں کے دو ایک عقائد سے اتفاق اور دو ایک سے اختلاف" والی بات بھی دلچسپ ہے۔ اصل مسئلہ ختم نبوت کا تھا جو بنیادی ایمانیات سے تعلق رکھتا ہے، اور کسی انسان کے بعض دو ایک نہیں بلکہ جملہ عقائد کی نوعیت، ختم نبوت کے بارے میں اس کے رویے کی بنیاد ہی پر متعین ہوتی ہے ـــــ شیخ اعجاز احمد نے "دو ایک سے اتفاق اور دو ایک سے اختلاف" کہہ کر ایک اہم مسئلے کو بہت ہلکا اور معمولی بنا دیا ہے۔

اس بحث میں آگے چل کر انھوں نے ایک اہم نکتہ اٹھایا ہے۔ شیخ اعجاز احمد لکھتے ہیں کہ ۱۹۳۵ء کے آغاز تک علامہ اقبال کے نزدیک احمدی دائرۂ اسلام سے خارج نہ تھے، اس وقت تو جماعتِ احمدیہ علامہ کے نزدیک "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ" تھی پھر ۱۹۳۵ء میں ایکا ایکی یہ دائرۂ اسلام سے کیوں خارج ہو گئی ـــــ؟ شیخ صاحب اس کا جواب فراہم کرتے ہوئے دو سبب بتاتے ہیں:

(۱) اس "قلبِ ماہیت" کا سبب احرار کا دباؤ اور ان کی ریشہ دوانیاں تھیں۔ یعنی قادیانیوں کے بارے میں انھوں نے اپنی رائے سیاسی وجوہ اور احرار کے کہنے پر تبدیل کی۔

(۲) وائسرائے ہند کونسل میں اقبال سر فضل حسین کی جانشینی کے امیدوار تھے، مگر وزیر ہند نے ان کے بجائے سر ظفر اللہ خاں کا تقرر کر دیا۔ اس "احساسِ محرومی" کے سبب انھوں نے قادیانیوں کے خلاف شدید اور تلخ بیانات دینے شروع کر دیے۔

شیخ اعجاز احمد کے ان نکات پر تفصیلی بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ مختصراً یہ عرض کیا جا سکتا ہے کہ پہلی بات بالکل ویسی ہے جیسی عبد المجید سالک نے "ذکرِ اقبال" میں لکھا ہے کہ "خدا جانے علامہ اقبال نے کس عقیدت مند کی درخواست پر ایک مضمون لکھا جس میں بتایا کہ اس فرقے کی بنیاد ہی غلط پر ہے (ص ۲۱۰) اور سالک صاحب کے اس بیان کو شیخ اعجاز احمد نے اس امر کی تائید کے طور پر پیش کیا ہے کہ احراریوں نے علامہ اقبال کو استعمال کر کے، احمدیوں کے خلاف ان سے بیان دلوا لیا (ص ۲۵) گویا: "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب"۔ یعنی علامہ اقبال کا تو اپنا کوئی ذہن تھا اور نہ رائے ـــــ جو شخص جیسا چاہتا ان سے بیان دلوا لیتا۔ وہ تو بس موم کی ناک تھے ـــــ جہاں تک وائسرائے ہند کونسل میں تقرری کی امیدواری کا تعلق ہے "ڈاکٹر جاوید اقبال نے اس پر سیر حاصل بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے "یہ کہنا کہ اقبال وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی رکنیت کے امیدوار تھے یا اس منصب پر تقرری کے خواب دیکھ رہے تھے، اور جب ان کے بجائے یہ منصب وزیر ہند نے سر ظفر اللہ خاں کو سونپ دیا، تو وہ انتقاماً احمدیت کی مخالفت میں بیانات جاری کرنے لگے، اصل حقائق سے بے خبری ہے یا انہیں تعصب کی عینک سے دیکھنے والوں کی آنکھ سے دیکھنا ہے"۔

علامہ اقبال نے اپنے ایک خط میں شیخ اعجاز احمد کو "ایک صالح آدمی" قرار دیا تھا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے بھی ان کی

نیکی، شفقت، حلم اور صلح کل طبیعت کا ذکر کرتے ہوئے، ان کی صالحیت کی تائید کی ہے۔ زیر نظر کتاب کو پڑھتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک شریف الطبع انسان ہیں۔ لیکن احمدیت کے موضوع پر وہ توازنِ فکر و نظر برقرار رکھنے میں ناکام رہے ہیں۔ اس کتاب کے دیگر مندرجات کی روشنی میں وہ اپنے چچا جان سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ ان کی پیش کردہ تصویر کے مطابق علامہ ایک بابصیرت، صاحب الرائے اور دانش و بینش رکھنے والے فہیم انسان تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ بے کردار شخص نہ تھے ـــــ مگر احمدیت کے باب میں انھوں نے اقبال کی "ماہیتِ قلب" کے جو اسباب وضع کیے ہیں، وہ علامہ کے امیج کو شدید مجروح کرتے ہیں۔ اس بحث کے آخر میں شیخ اعجاز احمد نے لکھا ہے: "اپنی خداداد عقل و دانش کے ساتھ ساتھ علامہ میں ایک ذرا بچوں والی معصومیت اور بھولپن بھی تھا۔ ان معنوں میں کہ وہ سنی سنائی باتوں کا بغیر تحقیق یقین کر لیتے تھے۔" (ص ۲۰۰) ختم نبوت کے مسئلے پر علامہ اقبال کے رویے کو ان کے "بھولپن" کا نتیجہ قرار دینا خود شیخ صاحب کا "بھولپن" ہے یا پھر ان کا تعصب ـــــ انھیں احساس نہیں کہ انھوں نے علامہ کی اپنی ہی بنائی ہوئی تصویر پر چھینٹے اڑا کر اسے داغدار کر دیا ہے ـــــ کم از کم شیخ اعجاز احمد کی اس بحث کے حوالے سے یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ اقبال واقعی مظلوم ہے۔

احمدیت والی بحث سے قطع نظر، یہ کتاب اقبالیات کے سوانحی ذخیرے میں ایک لائقِ اعتنا اضافہ ہے۔ مصنف نے اپنی یادداشتوں اور تاثرات کو محفوظ و مرتب کر کے بہ سلسلۂ اقبال اپنے اوپر ایک قرض چکایا ہے۔

۱۹۸۵ء میں شائع ہونے والی یادداشتوں کے سلسلے کی دوسری کتاب "اقبال کے ہم نشیں" (مرتبہ: پروفیسر عابد کلوروی) ہے جو اقبال کی صحبتوں سے مستفیض ہونے والے ۶۹ اصحاب کی یادوں کا تذکرہ کرنے والے طویل و مختصر مضامین و شذرات اور اقتباسات پر مشتمل ہے۔ ان اصحاب میں کئی طرح کے لوگ ہیں۔ علامہ کے معاصرین اور بے تکلف احباب، ان کے اعزہ اور رشتہ دار، ان کے ایسے عقیدت مند جنھیں کبھی کبھار ان کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا ـــــ ان کی یادداشتوں میں اندازِ نظر کے فرق کے سبب علامہ کی شخصیت کا تنوع سامنے آتا ہے۔ ان مضامین میں اقبال کے فرمودات و ملفوظات کا بڑا حصہ بھی محفوظ ہو گیا ہے ـــــ لکھنے والوں میں ڈاکٹر یوسف حسین خاں، چراغ حسن حسرت، عبدالماجد دریابادی، عبدالغفار خاں، جواہر لال نہرو، شیخ محمد عبداللہ، ممتاز حسن، سر ظفر اللہ خاں، شورش کاشمیری، خواجہ غلام السیدین، شیخ عبدالشکور، پروفیسر محمد مجیب، نواب مشتاق احمد خاں، رئیس احمد جعفری، اسلم جیراج پوری، ابو محمد مصلح، کرنل بشیر حسین زیدی، ضیاء الدین احمد برنی، جمیل قدوائی اور بہت سے دوسرے شامل ہیں۔ کچھ روایات علامہ کے عزیزوں کریم بی بی، آفتاب اقبال، منیرہ، خالدہ صوفی اور ان کے بچوں کی گورنس مس ڈورس کی ہیں ـــــ تاثرات کے حصے میں شاہد احمد دہلوی، علی بخش، عرش ملسیانی، نواب بہادر یار جنگ، سر محمد شفیع، آغا بیدار بخت اور بعض دوسرے احباب کے مختصر اور چند سطری اقتباسات جمع کیے گئے ہیں۔ پروفیسر کلوروی نے مرتبین کے شیوۂ عمومی (رسائل و کتب سے مضامین نقل یا فوٹو اسٹیٹ کرا کے کاتب کے حوالے کر دینے) کے برعکس، ان تحریروں کا بغور مطالعہ کیا اور تشریح طلب امور کی ذیلی حواشی میں وضاحت کی اور بعض تنقیح طلب روایات پر نقد و جرح

کرتے ہوئے اصل صورت حال پیش کی ہے۔ یوں اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں تحقیق و تلاش کا عنصر بھی شامل ہے۔ یہ دلچسپ کتاب بجائے خود سوانحی اہمیت رکھتی ہے۔ اقبال پر تحقیق کرنے والوں کو ان تحریروں سے مفید طلب لوازمہ دستیاب ہوگا۔ ضرورت ہے کہ اقبال کے بارے میں مختلف اصحاب کی باقی ماندہ یادداشتوں کے مزید مجموعے بھی اسی انداز میں مرتب کیے جائیں۔

یادداشتوں ہی کی ضمن میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن کے نام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کا وہ خط بھی قابل ذکر ہے جو ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے مجلۂ علمی "المعارف" میں شائع ہوا ہے، اور جس سے اس علمی، فکری اور تربیتی ادارے کا ایک اجمالی سا نقشہ اور اس کے مقاصد کی ایک جھلک سامنے آتی ہے۔ جسے پٹھانکوٹ میں قائم کرنے کا پروگرام تھا، اور جس کے لیے علامہ اقبال کے ایما و تائید پر مولانا مودودی حیدرآباد دکن سے ہجرت کر کے پٹھانکوٹ آ گئے تھے۔ بہت بعد میں مولانا مودودی نے ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ علامہ اقبال سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل ان کے ذہن میں محفوظ نہیں رہی —— زیر نظر خط اس اعتبار سے اہم ہے کہ یہ علامہ اقبال کی وفات کے دو ماہ بعد (جون ۱۹۳۸ء میں) تحریر کیا گیا، اور اس وقت تک اکتوبر ۱۹۳۷ء میں علامہ سے ہونے والی تفصیلی ملاقات کی یادداشت مولانا کے ذہن میں تازہ تھی۔ مولانا بتاتے ہیں کہ مفصل گفتگو میں غور و خوض کے بعد ہم جس نتیجے پر پہنچے وہ یہ تھا کہ ہندی مسلمانوں کے ظاہری حالات مایوس کن ہیں۔ مسلم ہیئت اجتماعیہ کو مطلوبہ صورت میں وجود میں لانا تو سردست مشکل امر ہے، تاہم مسلم لیگ کی طرف ان کا رجوع فی الوقت غنیمت ہے۔ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے قومی بنیادوں پر مسلمانوں کا جمع ہونا ہمارے اصل نصب العین سے فروتر ہے۔ ہمیں rear-guard میں رہ کر ایسے مردانِ کار تیار کرنے چاہئیں جو آئندہ چل کر دارالاسلام کے اصل نصب العین کی فکری بنیادیں مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ اسے عملی جامہ پہنانے میں کام آ سکیں۔

"اقبال یورپ میں" کی خاص چیز تو ویگے ناسٹ کے نام اقبال کے مکاتیب ہیں، جن کا مفصل ذکر کیا جا چکا ہے، لیکن اس سے سوا بھی ڈاکٹر درانی کی اس تصنیف میں اقبال کے احوال و آثار سے متعلق بہت سے حقائق، نئی معلومات، خطوط، تحریریں اور ایسا متفرق لوازمہ موجود ہے، جسے اقبالیات کا ماخذ شمار کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر سعید اختر درانی اقبالیات کے سرگرم طالب علم ہیں اور کیمبرج میں مسندِ اقبال (Iqbal Professorial chair) کے قیام، کیمبرج کے زمانۂ طالب علمی میں اقبال کی قیام گاہ (۱۷، پورچگال سٹریٹ) پر یادگاری تختی کی نصب اور برطانیہ میں عمومی طور پر فروغِ اقبالیات کے لیے سرگرمِ عمل رہے ہیں۔ اس کتاب میں شامل ان کے دس مضامین میں سے بعض انہی سرگرمیوں سے متعلق ہیں جب کہ دیگر مقالات میں سے ایک پروفیسر آرنلڈ پر ہے۔ ایک مضمون کا موضوع برطانیہ میں اقبال کی دستی تحریریں ہے، یعنی مختلف کتب خانوں میں موجود تصانیف اقبال کے بعض نسخوں پر اقبال کی ہاتھ کی انتسابی تحریریں، ان کے بعض خطوط، ٹرنٹی کالج کیمبرج اور لنکنز ان لندن کے داخلہ رجسٹروں میں بخطِ اقبال ان کے کوائف کے اندراجات وغیرہ —— ایک اور مقالے میں فلسفۂ عجم کے اصل مسودے اور اس کے مطبوعہ متن کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب میں ایڈن سٹیفنز، یحییٰ سید اور امان اللہ ہیرلوہم کے مضامین

کے تراجم بھی شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں، متعدد تصاویر خطوط کے جرمن اور انگریزی متون، متفرق دستاویزات اور فلسفۂ عجم کے غیر مطبوعہ حصوں کے عکس بھی دیے گئے ہیں۔ اسی طرح لندن یونیورسٹی کا ۱۹۰۷ء-۱۹۰۸ء کا عربی نصاب بھی ــــ اقبال نے اپنے استاد پروفیسر آرنلڈ کی قائم مقامی کرتے ہوئے چھ ماہ تک اس نصاب کی تدریس کی ذمہ داری ادا کی ــــ تصاویر میں ویگے ناسٹ کی ایک تصویر، ہائیل برون میں ان کے مرقد اور قبر پر نصب شدہ کتبے کی تصویر خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ اور یہ تمام تصاویر اقبالیاتی البم میں ایک ایسا نادر اضافہ ہے، جس سے یہ البم کہیں زیادہ دلکش، رنگین اور جاذبِ نظر ہو گئی ہے اور اس سے کتاب کی استنادی حیثیت زیادہ مستحکم ہو گئی ہے۔ ـــ آغاز میں ڈاکٹر درانی نے ایک تفصیلی دیباچہ سپردِ قلم کیا ہے، جو بجائے خود ایک مقالہ ہے اور مصنف کی تلاش و تحقیق کی رام کہانی سناتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے کئی باتوں کی تکرار ملتی ہے اور مصنف اپنے بقول "دراز گفتاری" کا شکار نظر آتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ بعض حکایات دراز تر ہونے کے باوجود بھی لذیذ ہوتی ہیں مگر ایک تحقیقی کتاب میں، جسے ایک سائنس دان نے تحریر کیا ہو، تکرار و تفصیل بہت کھلتی ہے۔ بہ نسبت تفصیل و اطناب کے ایجاز و اختصار سائنٹفک مزاج سے قریب تر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ڈاکٹر سعید اختر درانی کی تحریر میں ایک خاص طرح کی جاذبیت ہے، جس کی وجہ سے کتاب پڑھتے ہوئے قاری کی دلچسپی برابر قائم رہتی ہے۔ ہسپانیہ سے انہیں بہ سلسلہ اقبالیات کچھ حاصل نہ ہوا مگر اس لاحاصلی کی روداد ایک دلچسپ سفرنامہ بن گئی ہے اور یہی چیز کتاب میں اس مضمون کی شمولیت کا جواز بن گئی ہے ــــ ڈاکٹر درانی نے ایک جگہ لکھا ہے: "ابھی دیکھا جانا ہے کہ یورپ کے کتب خانوں میں اور کس قدر اقبالیاتی ذخیرہ جمع ہے ــــ" (ص ۰۰) اس حوالے سے اور ان کے زیرِ بحث کام کو پیشِ نگاہ رکھتے ہوئے ان سے بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اقبال پر اپنی تحقیق جاری رکھیں گے، اور دیباچے میں مذکور اپنے بعض ناتمام منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کسی تساہل کا شکار نہیں ہوں گے۔ خصوصاً ہسپانیہ اور روم میں اقبالیاتی تحقیق لائقِ اعتنا ہے۔

"اقبال یورپ میں" کی تقریظ میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے مصنف کو اس کاوش پر مبارک باد پیش کی ہے۔

تشریحات نے اقبال کو سمجھنے سمجھانے میں ایک کردار ادا کیا ہے ــــ شاعری کی حد تک مختلف شارحین کی شروح معاونت کرتی ہیں لیکن حکمتِ اقبال کے عظیم شاہکار انگریزی خطبات کی تشریح تاحال کماحقہ نہیں ہو سکی۔ ان ادق اور فلسفیانہ خطبات کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کا مشکل اور صبر آزما کام مرحوم سید نذیر نیازی نے انجام دیا۔ لیکن محض ترجمے کو پڑھ کر مطالبِ خطبات کی کماحقہ تفہیم ممکن نہیں۔ اس میں ترجمے کی کمزوریوں سے زیادہ علامہ کے دقیق اور علمی مطالب کی فلسفیانہ سطح کو دخل ہے۔ اسی لیے خطبات، اردو ترجمے کے باوجود آسان زبان میں تشریح و تفسیر کے محتاج رہے ہیں ــــ خلیفہ عبدالحکیم نے خطبات کا جو خلاصہ پیش کیا ہے[۱۶] "وہ چنداں مفید نہیں۔ اس سے سوائے اقبال فہمی میں مغالطہ اور خلط مبحث کے اور کچھ پلے نہیں پڑتا"[۱۷] البتہ محمد شریف بقا کی ترجمہ نما تشریح[۱۸] بقول ڈاکٹر سید عبداللہ[۱۹] "اقبال تک پہنچنے اور ان کے افکار کو سہل انداز میں پیش کرنے کی مخلصانہ اور دیانت دارانہ کوشش ہے۔ انھوں نے خطبات

کے اہم نکات کو سادہ انداز میں پیش کیا ہے اور اپنے تشریحی انداز بیان سے حکمت اقبال کو عام قارئین کے لیے اتنی آسان کر دیا ہے کہ دقیق سے دقیق مسئلہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے" کہا جاسکتا ہے کہ پروفیسر بقا کی تشریحات میں "حضرت علامہ کے خیالات کی روح کو کسی جگہ نقصان نہیں پہنچا۔ یعنی ان کے افکار کامل طور پر کتاب میں منعکس ہو گئے ہیں" ترجمے اور تشریح سے آگے بڑھ کر ایک ضرورت خطبات کے تجزیے اور تنقید کی بھی ہے ــــ خصوصاً اس لیے کہ بعض عرب حلقوں اور مغرب میں بھی خطبات فکر اقبال کے بعض پہلوؤں کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی کاوش خطبات اقبال کی تشریح و توضیح ہے، اور اس کا تجزیاتی مطالعہ بھی۔ مولانا نے خطبات کا مجموعی جائزہ لیا ہے، اور خطبات کے اہم موضوعات (تصور باری تعالیٰ، وحدت الوجود، نماز با جماعت، حیات بعد الموت، حشر و نشر اور جبر و قدر وغیرہ) پر الگ الگ بحث بھی کی ہے۔ انہوں نے علامہ کی کمی بحثوں کو تشنہ اور ان کی آراء کو محل نظر قرار دیا ہے۔ اقبال کا خیال ہے کہ قرآن حکیم کی رُو سے آدم نے کسی اخلاقی گناہ اور جرم کا ارتکاب نہیں کیا ــــ مولانا اکبر آبادی بتاتے ہیں: "حالانکہ قرآن میں صاف لفظوں میں ہے کہ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ گمراہ ہو گئے" (ص ۳۷، ۳۸) مسئلہ جبر و قدر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "علامہ نے بڑی قوت سے ثابت کیا ہے کہ انسان خود مختار ہے۔ اپنے فکر و عمل میں آزاد ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہی اسلامی نقطہ نظر بھی ہے کہ انسان مجبور بھی ہے۔ علامہ نے اس پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے" (ص ۴۸) آگے چل کر مولانا نے اس مسئلے پر مفصل بحث کی ہے۔ مولانا اکبر آبادی نے خطبات پر مصری مصنف ڈاکٹر البہی کے اعتراضات کا بھی جواب دیا ہے۔ انہوں نے خطبات کے بعض کمزور پہلوؤں کی تاویل کی ہے اور بعض معاملات میں علامہ کی فروگذاشتوں کا اعتراف کیا ہے، مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں: "علامہ کا یہ لکھنا کہ امام ابو حنیفہؒ نے احادیث سے اعتنا نہیں کیا امام صاحب پر بڑا ستم اور ناانصافی کی بات اسی وجہ کی ہے کہ سید نذیر نیازی کو بھی اس جملہ پر اپنے نوٹ میں یہ لکھنا پڑا کہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ امام ابو حنیفہؒ نے احتیاط سے کام لیا" (ص ۳۰) مگر ان کے خیال میں ایسی فروگذاشتوں سے علامہ کی عظمت و اہمیت کم نہیں ہوتی ــــ بحیثیت مجموعی تفہیم اقبال کے لیے سعید احمد اکبر آبادی کی کتاب قابل قدر اور معاون ہے۔

پروفیسر محمد عثمان کی کتاب "فکر اسلامی کی تشکیل نو" اسی تسلسل میں سامنے آئی ہے۔ خطبات اقبال کی تسہیل و تشریح کا یہ کام انہوں نے کئی برس پہلے شروع کیا تھا اور اس کے بعض اجزا مختلف جرائد میں شائع ہو چکے ہیں ــــ پروفیسر محمد عثمان نے خطبہ بہ خطبہ افکار اقبال کی تشریح و ترجمانی کی ہے۔ محمد شریف بقا کی ملخص ترجمانی کے برعکس عثمان صاحب نے مفصل شرح کا طریقہ اپنایا ہے۔ کہیں کہیں انہوں نے تبصرے اور تجزیے کا انداز اختیار کیا ہے۔ سعید احمد اکبر آبادی کے برعکس وہ علامہ کی کلی تائید و تحسین کرتے ہیں۔ انہوں نے کسی نکتہ پر اقبال کے خیالات سے اختلاف کیا ہے اور نہ کوئی اعتراض۔ تاہم انہوں نے اس امکان کو رد نہیں کیا کہ "بلاشبہ آئندہ نسلیں بعض امور میں اقبال سے مختلف اور بہ قول اقبال شاید ان سے بہتر تصورات پیش کرنے کے قابل ہو سکیں گی" (ص ۱۸) پروفیسر محمد عثمان ایک سادہ مگر دلکش اسلوب کے مالک ہیں اور انہوں نے بڑے خوبصورت اور عام فہم انداز میں خطبات کی خلاصۃً تشریح کی ہے۔ بعض نکات کی وضاحت میں حسب ضرورت اقبال کے اشعار سے مدد

ہے اور خطبات کے بعض حصوں کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر ان کا اردو ترجمہ بھی دے دیا ہے ——— ایسے حصے بلاشبہ اقبال کے خطبات میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں ——— ترجمے کا ذکر آیا، تو ایک سخن گسترانہ بات کی طرف اشارہ کرتا چلوں۔ ممکن ہے بعض قارئین کو اس کا تذکرہ بے محل معلوم ہو، لیکن میں اپنا تاثر ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا ——— کئی دوسرے مقامات کے علاوہ پانچویں خطبے سے دو اہم پیراگراف کا پروفیسر محمد عثمان صاحب نے مکمل ترجمہ دیا ہے۔ یہ ترجمہ کل چار صفحات (۱۳۶ تا ۱۴۰) پر مشتمل ہے۔ ابتدائی ۱½ صفحات کا ترجمہ تو عثمان صاحب نے خود کیا ہے، اور بلاشبہ یہ اچھا ترجمہ ہے، لیکن بعد ازاں ۲½ صفحات میں انھوں نے بادنیٰ التفات تصرف نذیر نیازی کا ترجمہ ہی اختیار کیا ہے۔ نذیر نیازی کا ترجمہ خطبات اقبال کا پہلا اور تاحال آخری، اور اس اعتبار سے واحد مکمل ترجمہ ہے۔ ہمارے ہاں ایک طبقہ اس ترجمے کو نشانۂ اعتراض بناتا ہے اور اس ترجمے کے حوالے سے نذیر نیازی مرحوم کو ہدفِ ملامت بنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں دیتا۔[۵] ——— مگر نذیر نیازی کے ترجمے کو شائع ہوئے بیس برس ہونے کو آئے (ترجمے کی اوّلیں اشاعت ۱۹۵۰ء میں عمل میں آئی تھی) ابھی تک اس کا کوئی دوسرا مکمل ترجمہ نہیں ہو سکا، اور جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے، پروفیسر عثمان صاحب بھی، جو اچھا ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ایک ہی پیراگراف کے بعد دوسرے پیرے میں نیازی صاحب کے ترجمے کو اپنانے پر مجبور ہوئے ——— اس صورتِ حال سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ اوّل، نذیر نیازی کا ترجمہ کچھ ایسا گیا گزرا نہیں کہ اُسے بالکل رد کر دیا جائے (پروفیسر عثمان صاحب نے مذکورہ بالا مثال کے علاوہ دیگر متعدد مقامات پر نیازی صاحب ہی کا ترجمہ اختیار کیا ہے) اگر کوئی مترجم خطبات کے نئے اور بہتر ترجمے کی کوشش کرے، تب بھی نذیر نیازی کا ترجمہ اس کی بنیاد بنے گا۔ دوم، خطبات اقبال کا ترجمہ کچھ ایسا آسان نہیں ہے اس راہ پر چلیں تو جلد ہی سانس پھول جاتا ہے ——— اس جملۂ معترضہ کے بعد میں پھر عثمان صاحب کی تشریحات کی طرف آتا ہوں ——— نذیر نیازی اور محمد شریف بقانے تیسرے خطبے میں Prayer کا ترجمہ "دعا" کیا ہے، مگر عثمان صاحب نے "نماز" ——— اور یہ خطبے کے مباحث کے حوالے سے مناسب اور صحیح ہے لیکن پہلے خطبے کے عنوان میں Religious experience کو انھوں نے "روحانی واردات" قرار دیا ہے۔ راقم کے خیال میں نذیر نیازی کی وضع کردہ ترکیب "مذہبی مشاہدات" علامہ کے مفہوم سے زیادہ قریب ہے۔ "روحانی واردات" میں ایک طرح کی تعمیم ہے جبکہ "مذہبی مشاہدات" میں تخصیص۔ شاید اسی ترکیب (روحانی واردات) کے زیرِ اثر انھوں نے پہلے خطبے کی تشریح ایک دوسری نہج پر کی ہے۔ ابتدائی ۹، ۱۰ صفحات میں انھوں نے اپنے لڑکپن میں پیش آنے والا ایک واقعہ درج کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک کشمیری جنگ خاتون کبھی کبھی وجد و حال کی ایک مخصوص کیفیت کے زیرِ اثر بڑے وقار، مردانہ لہجے اور شستہ اردو میں مستقبل کے بارے میں ایسی حیرت انگیز پیش گوئیاں کرتیں جو بعد ازاں صحیح ثابت ہوتیں۔ اس خرق العادۃ مظاہرے کی روداد مصنف نے اس لیے درج کی ہے کہ ان کے بقول "اس سے ہمیں علامہ اقبال کے پہلے لیکچر کے موضوع کو سمجھنے میں مدد ملے گی" (ص ۲۰) ہمارے خیال میں یہ درست نہیں ہے۔ اس نوع کے ماورائے عقل واقعات اور اقبال کا Religious experience دو

مختلف النوع تجربات ہیں۔ خارق عادت واقعات ہمارے ہاں ہی نہیں، امریکہ اور یورپ میں بھی وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں ایسے واقعات کے ڈانڈے Religious experience سے ملانا کسی طرح بھی درست نہیں۔ اقبال کے مذہبی مشاہدے میں وحی و الہام کو حوالہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے ——— بقول سید نذیر نیازی "خطبات کا مدار بحث ہستی باری تعالیٰ کا ہی اثبات ہے۔" سوال یہ ہے کہ اس طرح کے ماورائے عقل واقعات، کیا کبھی اثبات ہستی باری تعالیٰ کا سبب بنے ہیں؟ یقیناً نہیں ——— تو پھر ایسی باتوں کا اقبال کے مذہبی تجربے کے ضمن میں کیا حوالہ بنتا ہے؟ ——— پروفیسر محمد عثمان لکھتے ہیں کہ امریکہ، جرمنی، اور انگلستان کے بعض تحقیقی اداروں میں صوفیانہ واردات کے لیے ہمدردانہ مطالعے کا رجحان بڑھ رہا ہے ——— اس حد تک تو ٹھیک ——— لیکن ان کی اس رائے سے اتفاق ممکن نہیں کہ: "نفسیات اور فلسفہ کے ماہرین کی خاصی تعداد روحانی واردات کو سچا اور معرفت کا یقینی ذریعہ ماننے کی طرف مائل ہے۔" ——— وجہ یہ ہے کہ جدید فلسفہ اور نفسیات کی جڑیں ایک بے خدا یا کم از کم خدا ناشناس تہذیب میں پیوست ہیں، ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ "مذہبی تجربے" (ذکر روحانی واردات) کو معرفت کا یقینی ذریعہ تسلیم کرے گی، محض دل بہلانے کا ایک خواب ہے۔ اسی خطبے میں علامہ نے ایک جگہ لکھا ہے: "انسان کی "پے بہ پے ترقی پذیر روح کے سفر کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ اس حقیقت سے رابطہ پیدا کرے جس نے اس کو ہر چہار طرف سے احاطہ کر رکھا ہے۔"[۴۴] سوال یہ ہے کہ مغرب کے ماہرین فلسفہ و نفسیات جو روحانی واردات کی طرف مائل نظر آتے ہیں، کیا توحید اور اس کے ساتھ رسالت کو بھی (کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں) معرفت حیات کا بنیادی ذریعہ تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہیں؟ قریب قریب ناممکن ہے ——— خطبے کے آخری حصے میں علامہ نے فرائڈ کے نظریات پر تنقید کی ہے۔ یہ تنقید انگریزی متن کے تقریباً دو صفحات پر محیط ہے۔ اقبال فرائڈ کے اس خیال سے متفق نہیں کہ جملہ مذاہب اور فنون ہمیں زندگی کے حقائق سے بزدلانہ گریز کا درس دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ یہ بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ مذہب جنسی تحریک اور دبی ہوئی خواہشات کی پیداوار ہے ——— عثمان صاحب کی تشریح میں فرائڈ پر تنقید سے متعلق اس طرح کے نکات کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک مفید کاوش ہے لیکن ہمیں سعید احمد اکبرآبادی کی توضیحی و تجزیاتی تنقید سے آگے بڑھ کر، اور زیادہ تفصیل سے اور گہرائی میں جا کر خطبات اقبال پر کلام کرنے کی ضرورت ہے۔

فکر اقبال کی تشریحات و توضیحات کے سلسلے کی دوسری کتاب "مناجات جاوید نامہ" ہے۔ عبید اللہ قدسی نے "جاوید نامہ" کے ابتدائی حصے "مناجات" (۵۰ اشعار) کی شعر بہ شعر شرح لکھی ہے۔ ترتیب شرح یوں ہے: سب سے پہلے بعض الفاظ و اصطلاحات کی تسہیل و توضیح، پھر شعر کا لفظی ترجمہ، بعد ازاں بعنوان "مطلب" شعر کی مفصل تشریح ——— شرح نویسی میں انہوں نے اقبال کی شاعری اور خطبات اور کہیں کہیں سے اکابر شعرا کے شعروں سے تائید و استناد کیا ہے۔ شرح عمومی انداز کی ہے اور نکتہ آفرینی مفقود ہے۔ بعض مقامات پر شارح سے اتفاق ممکن نظر نہیں آتا۔ مثلاً: ؎

من کہ نومیدم ز پیران کہن
دارم از روزے کہ می آید، سخن

کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ کہن سال دقیانوسی لوگ فرقہ بندی اور مذہبی گروہ بندی میں الجھے ہوئے ہیں۔ ان میں وہ سب خرابیاں ہیں جن سے انسانیت ختم ہوتی ہے۔"

بعد ازاں شارح نے "کہن سال دقیانوسی" لوگوں کی گمراہی میں "جاوید نامہ" کے چند اشعار درج کیے ہیں، جن کا آغاز یوں ہوتا ہے:

چار مرگ اندر پے این دیر میر   سود خوار و والی ملا و پیر

تین صفحات کی شرح سے نتیجہ یوں نکلتا ہے کہ پیران کہن سے علامہ اقبال کی مایوسی کا سبب ان کی سود خواری، فرقہ بندی، مذہبی گروہ بندی اور پیر پرستی نیز ملوکانہ مظالم ہیں۔ لیکن شارح سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ ان معائب کو صرف بوڑھوں سے مخصوص کر دینے کی منطق کیا ہے؟ کیا نوجوان مُلا فرقہ بندی نہیں کرتے؟ کیا نوجوان افراد سود خواری کی لعنت سے پاک ہیں؟ کیا نوجوان پیروں کی "کارگزاریوں" سے بے خبر ہیں؟ —— فاضل شرح نویس نے پیران کہن سے اقبال کی نومیدی کے خود اسباب تراشے ہیں۔ پیران کہن کے بارے میں اقبال کے تامل کا سبب بڑے بوڑھوں میں پائی جانے والی مصلحت اندیشی، منفعت اندوزی، دنیا پرستی اور آزارِ کم و بیش میں گرفتاری ہے۔ نوجوان اپنی قوتِ کار اور جوشِ عمل کی فراوانی کی بنا پر اقبال کو محبوب ہیں۔ وہ آتشِ نمرود میں بے خطر کود پڑنے میں بے باک ہوتے ہیں۔ تاریخ کے حوالے سے ستاروں پر کمندیں ڈالنے اور مہمات کی انجام دہی میں علامہ کو نوجوان کہیں زیادہ متحرک و مستعد اور سرگرمِ عمل نظر آتے ہیں۔

"مناجات جاوید نامہ" کی تسوید ڈھنگ سے نہیں کی گئی۔ اور کئی اعتبار سے کتاب میں یکسانیت اور توازن کی کمی ہے

تشریحات اقبال سے متعلق متذکرہ بالا دو کتابوں کے حوالے سے یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ اقبال کی عالمانہ اور متوازن شرحوں کی کمی آج بھی اقبالیات کا ایک بڑا خلا ہے۔ اچھی شرحیں، اقبال شناسی کا بنیادی تقاضا ہیں۔ یہ ایک مشکل کام ہے اور اس کی تکمیل کوئی ایسا عالم ہی کر سکتا ہے جو بیدار ذہن کے ساتھ، ایک متوازن قلم کار بھی ہو۔

ڈاکٹر ایس ایم منہاج الدین نے "افکار و تصوراتِ اقبال" کے نام سے ۴۰۲ صفحات کی ضخیم کتاب تحریر کی ہے۔ دیباچے میں یوسف کی خریدار بڑھیا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں بھی شب و روز کی مسلسل محنت دریافت اور خونِ جگر کی آمیزش سے سوت کی ایک انٹی بشکل افکار و تصوراتِ اقبال کات کر اقبال کے خریداروں میں شامل ہو گیا ہوں۔"

پہلے باب کا موضوع ہے: "شخصیت اور شاعری"۔ بعد ازاں فکرِ اقبال کے عمومی موضوعات (خودی، مردِ مومن، ملت، تعلیم، سیاست، معیشت، اجتہاد) کی سیدھے سادے عام فہم اور مثبت انداز میں تشریح و توضیح کی ہے تاکہ بقول مصنف "طالب علموں کو ان سے استفادہ کرنے میں سہولت رہے"۔ انہوں نے طالب علموں کی ضروریات کو پیش نظر رکھا ہے۔ اسی لیے اشعار سے بکثرت استناد و استشہاد کیا ہے اور فارسی اشعار کا ترجمہ بھی حواشی میں درج کیا ہے لیکن بعض

حصوں میں جو سیدھا سادہ عام فہم انداز ہے، برقرار نہیں رہ سکا، جیسے نظریہ اجتہاد کی بحث (ص ۳۰۶ تا ۳۱۹) مزید برآں بعض مقامات پر غیر ضروری تفصیل اور پھیلاؤ نظر آتا ہے جیسے اجتہاد نیز سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کی بحثیں (ص ۳۷۲ تا ۴۱۶) یہاں ایجاز مطلوب تھا۔ یہی مباحث مختصر اور کم الفاظ میں ہوتے تو زیادہ مؤثر اور جامع ثابت ہو سکتے تھے۔

اشتراکیت پر "اقبال کا تصور سیاست" کے ضمن میں بحث آچکی تھی، آخری حصے میں اس موضوع پر دوبارہ سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ مناسب تھا اسے یکجا کر دیا جاتا۔ آخری باب میں سرمایہ دارانہ اور اشتراکی معیشت کی خامیوں پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، لیکن اقبال جس نظم معیشت کے حامی ہیں، اور معیشت کی جو شکل ان کے ہاں مطلوب ہے، مصنف نے اُسے کما حقہ، اُجاگر نہیں کیا۔ پہلا باب جم کر اور محنت سے لکھا گیا ہے۔ درمیانی ابواب بھی مناسب ہیں مگر بعد کے حصوں میں یہ صورت نظر نہیں آتی۔ خطبہ الٰہ آباد متن کی بجائے حاشیے میں دینا چاہیے تھا ـــــ اس کتاب میں کوئی نئی بات نہیں ہے، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر منہاج الدین نے دانش ورانہ موشگافیوں اور فلسفیانہ مباحث سے گریز کرتے ہوئے عام قارئین، خصوصاً طلبہ کے لیے ایک مفید کتاب تیار کی ہے۔

اقبال اکادمی پاکستان[1] کی پیش کردہ "اقبال کے مشبہ بہ مستعار منہ" (از ڈاکٹر سعد اللہ کلیم) فن کی رسالت سے اقبال کے مجموعی مطالعے کی ایک فکر انگیز کوشش ہے۔ مصنف کا گیارہ صفحاتی پیش لفظ بجائے خود غیر روایتی ہے جس

---

[1] اقبال اکادمی پاکستان نے ۱۹۸۵ء میں آٹھ کتب اور چار رسالے یعنی مجموعی طور پر بارہ مطبوعات شائع کیں جن میں سے ایک عربی میں ایک فارسی میں دو انگریزی میں ری پرنٹ شامل ہیں جبکہ اردو میں چار اہم علمی اور تحقیقی کتب شائع ہوئیں۔ اسی سال جولائی کے شمارہ سے اقبال اکادمی نے اپنے اردو رسالے اقبال ریویو کا نام اقبالیات کیا اور رسالے کے سائز میں بھی تبدیلی کی۔ ۱۹۸۵ء میں اقبال اکادمی پاکستان نے جو کتب شائع کیں ان کی تفصیل یوں ہے: محمد اقبال سیرۃ و فلسفۃ و شعرہ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام (عربی)، جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب زندہ رود کا فارسی ترجمے کی جلد دوم جاویدان اقبال مترجم ڈاکٹر شاہین دخت مقدم صفیاری، اردو میں اقبال یورپ میں ڈاکٹر سعید اختر درانی، مناجات جاوید نامہ مولانا عبید اللہ قدسی، اقبال اور شاہ ہمدان ڈاکٹر محمد ریاض، اقبال کے مشبہ بہ و مستعار منہ شائع ہوئیں۔ جبکہ انگریزی میں پروفیسر محمد منور ناظم اقبال اکادمی کی معروف کتب Iqbal: Poet-Philosopher of Islam اور Iqbal and Quranic Wisdom دوبارہ شائع ہوئیں۔ اسی طرح اقبال ریویو کے دو انگریزی اور ایک اردو شمارہ اور اقبالیات کا اردو شمارہ پہلی بار شائع ہوا۔

اس بار اقبالیات کے ضمن میں ایک اہم پیش رفت یہ بھی ہوئی کہ پہلی بار بیرون ملک حکومت پاکستان کی طرف سے ایک اقبالی وفد بھی گیا جس میں فرزند اقبال جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اور ناظم اقبال اکادمی پروفیسر محمد منور شامل تھے جو حکومت پاکستان کا ایک مستحسن اقدام تھا۔

میں انھوں نے "اقبال فہمی اور اقبال نوازی" میں ہمارے ناقص رویوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ انھوں نے اقبال کو ایک نئی نہج سے سمجھنے کی کاوش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم "کل اقبال" کے بجائے "جزوی اقبال" تک محدود رہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اقبال کا کلی اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے۔ ان کی شاعری بین چوتھائی اور نثر ایک چوتھائی اقبال کی نمائندگی کرتی ہے۔ للہذا نظم و نثر کا کلی احاطہ کیے بغیر اقبال کے فکری کل کی تفہیم ممکن نہیں —— ڈاکٹر سعد اللہ کلیم کے خیال میں اقبالیات کا مفاد اس میں ہے کہ تحسین و آفرین کے ساتھ تنقید کے دروازے بھی کھلے رکھے جائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال نے جو کچھ کہا، وہ بھی اہم ہے، مگر جو کچھ انھوں نے نہیں کہا، اور نہ کہنے میں کہہ گئے ہیں، وہ اُس سے بھی زیادہ اہم ہے۔" (ص ۹)

مصنف نے اقبال کے تشبیہ و استعارہ کے حوالے سے اسی "ان کہے" اور "زیادہ اہم" کا سراغ لگانے کی کاوش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: "ہر شعر کے پیچھے ایک شاعر ہوتا ہے اور ہر شاعر کے عقب میں ایک قوم اور ایک معاشرے کا وجود لازمی ہے۔" (ص ۱۴۰) انھوں نے شعر سے شاعر اور شاعر سے معاشرے تک رسائی کے لیے مشبّہ بہ اور مستعار منہ کا انتخاب کیا ہے، مثلاً لعل بدخشاں اور دیگر قیمتی پتھر، طور اور اس کے متعلقات مثلاً وادی سینا، موسیٰ، عصا، فرعون وغیرہ، صحرا اور اس کے متعلقات مثلاً گُل، بلبل، قمری، شمشاد، سبزہ وغیرہ (یہ ایک لمبی فہرست ہے) اس طرح نقاد نے یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ "کسی خاص مفہوم کو ادا کرنے کے لیے علامہ نے جن مشبّہ بہ اور مستعار منہ کا بالخصوص اور کثرت سے انتخاب کیا ہے، اس کی تہ میں کیا محرکات کام کر رہے تھے۔ کیا وجہ ہے کہ بعض کو صرف ایک حد تک برتا، پھر چھوڑ دیا، مثلاً ایک عہد تک طور اور جلوۂ طور بار بار آئے ہیں، پھر کلیم اور عصا کا استعمال بڑھ گیا ہے۔" (ص ۱۵) مصنف کہتے ہیں کہ:

"اس سے علامہ کے فن پر اُن کے فکری (نظری) ارتقا کے اثرات کا اندازہ بھی ہوتا ہے، اور بعض بڑے دلچسپ انکشافات بھی۔" (ص ۱۵) فن کی وساطت سے اقبال کے مجموعی مطالعے کی اس کوشش سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو فارسی کلام میں بعض الفاظ، اور اُن کے متعلقات کے استعمال میں کمی بیشی، ایک حد تک وقت کے ساتھ ساتھ شاعر کی سوچ کا رخ متعین کرتی ہے۔ مصنف کے مطابق علامہ نے شراب اور اس کے متعلقات کو مشبّہ بہ مستعار منہ کی صورت میں ۱۵۰ بار استعمال کیا ہے۔ ان کے تجزیے کی روشنی میں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ کثرتِ استعمال شاعر کے لاشعور میں دبی ہوئی کسی خواہش کا مظہر نہیں بلکہ سوانحِ اقبال اور شاعری کی داخلی شہادتوں کی روشنی میں اس کا محرک صوفی شعرا کے انداز و اسلوب اور پیرایہ ہائے بیان کا تتبع ہے —— اقبال کے فن کے خارجی خد و خال کے ذریعے ان کے افکار تک رسائی کی یہ کوشش "تنقیدِ اقبال" میں سعد اللہ کلیم کا ایک اجتہاد ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اقبال اجتہاد کے زبردست حامی تھے۔

اجتہاد کا ذکر آئے تو قدرتی طور پر ذہن علامہ کے معروف خطبے Principle of Movement in the Structure of Islam کی طرف جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد خالد مسعود نے اس خطبے کا مفصل توضیحی و

تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ "اقبال کا تصورِ اجتہاد" کے عنوان سے کیا ہے ـــــ اس مطالعے میں اقبال کے پورے خطبات اور ان کے عمومی افکار زیرِ بحث آئے ہیں، مگر اصل موضوع وسیع تر تاریخی پس منظر میں مذکورہ بالا خطبے کا مطالعہ ہے۔ مصنف کا خیال ہے کہ مسئلۂ اجتہاد، کوئی نیا مسئلہ نہیں، بلکہ ابتدا ہی سے موضوعِ تحقیق رہا ہے۔ اجتہاد کی فکری تحریک شاہ ولی اللہ سے شروع ہو کر شاہ اسمٰعیل شہید، جمال الدین افغانی اور سر سید احمد خاں سے ہوتی ہوئی اقبال تک پہنچی اور اجتہاد کے باب میں ان بزرگوں کے نظریات فکرِ اقبال کے پس منظر میں اہمیت رکھتے ہیں۔ دوسرے باب میں ڈاکٹر خالد مسعود نے اجتہاد کے معانی و مفاہیم (دینی رائے، قیاس اور عقلیت پسندی) کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ علامہ اقبال نے اجتہاد کے تصور پر سے تاریخ کی گرد صاف کی اور اسے دنیاوی تصور کے طور پر پیش کرتے ہوئے اس کی ترقی کی بنیادیں فراہم کیں۔ مصنف نے زیرِ بحث خطبہ اجتہاد کا زمانۂ تحریر متعین کرنے میں بھی خاصی کاوش کی ہے۔ ان کے خیال میں یہ خطبہ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۸ء تک کے عرصے میں تیار کیا گیا، اور تیاری کے مختلف مراحل میں علامہ اس موضوع پر برابر غور و فکر اور تفکر و تدبر کرتے رہے۔ انھیں موضوع کی نزاکت کا احساس تھا، اس لیے انھوں نے اوّلین مسودے پر کئی بار نظرِ ثانی کی۔ اس خطبے کی تیاری میں علامہ نے قدیم مآخذ و مصادر سے استفادے کے ساتھ جدید علوم اور مستشرقین کی تحریروں کو بھی پیشِ نگاہ رکھا ـــــ تیسرے باب کے آخر میں ڈاکٹر خالد مسعود نے ایک طرح کا شکوہ کیا ہے کہ علامہ ایک مرحلے پر پہنچ کر، مذہبی طبقوں کی مخالفت اور چند افراد کی عقیدے سے دل برداشتہ ہو گئے، اور اجتہاد کی بات کو خود اعتمادی اور جرأت سے آگے بڑھانے کے بجائے، انھوں نے قدامت پسندی میں دوبارہ پناہ لے لی، اور یوں میدان علمی طور پر کم مایہ اور فکری طور پر کم حوصلہ لوگوں کے لیے خالی ہو گیا اور اجتہاد کا تصور کوئی پیش رفت نہ کر سکا (ص ۱۰۰) ـــــ ہمارے خیال میں حضرت علامہ مذہبی معاملات میں محتاط روش کے قائل تھے۔ اپنے تجدیدی ذہن کے باوصف وہ روایت سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ توازن و اعتدال ان کے مزاج کا خاصا تھا۔ انھوں نے تجدد کا راستہ اپنانے سے گریز کیا۔ فکری سفر میں وہ اس قدر تیز رفتاری کے قائل نہ تھے کہ ساتھ چلنے والے پیچھے رہ جائیں۔ رہنمائے قافلہ کی دانش مندی یہی ہے، اور اس کی کامیابی بھی اسی میں ہے کہ اہلِ قافلہ کو ساتھ لے کر چلے خواہ اُسے اپنی رفتار دھیمی ہی کیوں نہ کرنی پڑے ـــــ مصنف نے بعد کے حصوں میں اقبال کے تصورِ اجتہاد کے اُن پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے جن کا تعلق اجتہاد کی تعریف سے ہے آخری دو ابواب میں اجتہاد کی شرائط و مصادر اور اجتہاداتِ اقبال سے بحث کی ہے۔ اس پوری بحث سے ڈاکٹر خالد مسعود نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اقبال کے نزدیک اجتہاد کا اصول ہر زمانے میں کارفرما ہے دینی مسائل میں تحقیق و اجتہاد کے دروازے ہر مسلمان کے لیے کھلے ہیں بشرطیکہ چند شرائط پوری کر دی جائیں۔ اجتہاد نے ملتِ اسلامیہ کو ہمیشہ ہر زمانے کا ہم عصر رہنے میں مدد دی ہے۔ (ص ۲۳۷)

علامہ کے مقالۂ اجتہاد کی تفہیم و تجزیے کی یہ کوشش قابلِ قدر ہے۔ ڈاکٹر خالد مسعود عربی سے واقف ہیں۔ تحلیل و تنقید کی مغربی تربیت، اس جائزے میں نمایاں ہے۔ خطباتِ اقبال کے تفصیلی مطالعے کی ضرورت کو، یہ

کتاب جزوی طور پر پورا کرتی ہے۔ بحیثیت مجموعی مصنف نے راست فکری سے انحراف نہیں کیا۔

اس برس اقبال انسٹی ٹیوٹ سری نگر نے "جدیدیت اور اقبال" کے نام سے، اس موضوع پر اپنے ان منعقدہ ایک سیمینار کے دس مقالات پر مشتمل مجموعہ شائع کیا ہے۔ "جدیدیت" کو Modernity کے ترجمے کے طور پر اختیار کیا گیا ہے مگر یہ اصطلاح ایسی ہے جس کا حتمی مفہوم متعین کرنا مشکل ہے، اور تقریباً سبھی مقالہ نگار اس مشکل سے دوچار نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر شکیل الرحمٰن کے نزدیک یہ ایک پریشان کن اصطلاح ہے۔ پروفیسر آل احمد سُرور کے خیال میں جدیدیت ایک بتِ ہزار شیوہ ہے۔ اس کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس میں کوئی خطِ مستقیم نہیں ہے، بلکہ بہت سے انحراف ملتے ہیں (ص ۷) انھوں نے ادب میں جدیدیت کے بعض اہم میلانات (رومانی تحریک۔ علامت پرستی، حقیقت پرستی، دیومالا اور اساطیر کی معنویت کی ازسرِ نو دریافت۔ اپنی ذات کے عرفان کا مسئلہ) کے حوالے سے اقبال کی جدیدیت پر سرسری نظر ڈالی ہے۔ سرور صاحب سمجھتے ہیں کہ تیسری دنیا کو جدید ہونے کے لیے مغرب کا راستہ چھوڑ کر ہمارا اقبال اپنے من میں ڈوب جانے کی ضرورت ہے، کیونکہ ہمارا اقبال سراغِ زندگی اسی صورت پائے گا مگر البتہ مغرب کے علم و حکمت سے بہرہ ور ہو کر پرسوز عقلیت کا چراغ بھی روشن کرنا ضروری ہے۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے "اقبال کی معنویت" کے زیرِ عنوان اقبال کی جدیدیت کا سراغ اس امر میں لگایا ہے کہ اقبال کا تعلق اپنے عہد کے ساتھ ایک باغی وقت کا تعلق تھا، اور اسی لیے پروفیسر آزاد کے نزدیک ادب کی ترقی پسند تحریک ابتدا سے انتہا تک ٹیگور، اقبال اور پریم چند کے فکر و فن کی مرہونِ منت ہے۔ ان کے خیال میں اقبال کے خطبات بھی اپنے زمانے کی مروجہ فکر سے بغاوت پر مبنی ہیں۔ اسی طرح مغربی تہذیب کی عملداری کے عہد میں اقبال نے مغربی سامراج پر بھرپور وار کیا۔ جگن ناتھ آزاد کے مضمون کی اٹھان بہت اچھی ہے مگر آخری حصہ تشنہ ہے جہاں انھوں نے اپنے ہی ایک مضمون کا اقتباس دے کر مضمون کو بڑی عجلت میں سمیٹ دیا ہے۔ کبیر احمد جائسی نے جدیدیت کی شمس الرحمٰن فاروقی اور ڈاکٹر وحید اختر کی تعریف کی روشنی میں، اقبال کی جدیدیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اقبال نے اپنے عہد کی زندگی کا جس طرح سامنا کیا، اور اس کو اس کے تمام خطرات و امکانات کے ساتھ جس طرح برتا وہ جدیدیت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ جائسی کہتے ہیں کہ جدیدیت کی جو بھی تعریف کی جائے، جدیدیت کے بارے میں اقبال کا رویہ مثبت ہی نکلے گا۔ "ان کے کلام میں یہ وصف بدرجۂ اتم موجود ہے کہ وہ زندگی کے ساتھ بہت دور تک چل سکتا ہے۔" (ص ۱۰۱) اور یہی وصف، اقبال کی جدیدیت ہے ۔۔۔ ڈاکٹر رشید الحق نے اقبال کی جدیدیت کو ان کے سیاسی فکر میں عصریت کے حوالے سے تلاش کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اقبال ایک ایسے ماڈرن مسلم مفکر ہیں جو ماضی سے رشتہ برقرار رکھتے ہوئے مستقبل کی خاطر، حال کو سنوارنے کے لیے فکرمند نظر آتے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ تقسیم ہند کے حامیوں نے اپنے دعوے میں زور پیدا کرنے کے لیے اقبال کا سہارا لیا، اور انھیں تقسیم کا ہیرو بنا دیا، حالانکہ ان کے خطبۂ الٰہ آباد میں مجوزہ مسلم صوبے کو دوسرے صوبوں کی طرح آزاد وفاقی ہندوستان ہی کا ایک صوبہ بننا تھا (ص ۵۴) ۔۔۔ آگے چل کر

ڈاکٹر شیر الحق نے قائد اعظم کے نام علامہ کے خطوط کا مطالعہ "وقت کے حالات کے سیاق و سباق میں بہت احتیاط" سے کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ان خطوط میں ایک علیحدہ مسلم ریاست کے خدوخال بہت واضح نظر آتے ہیں، مگر مصنف کے خیال میں یہ "سیاسی حالات کا دباؤ" تھا۔ اقبال کی فکر آخری عمر کے چند خطوط پر منحصر نہیں ہو سکتی۔ ان خطوط میں پیش کردہ اقبال کے موقف کو "ایک سیاسی حربہ" سمجھنا چاہیے یا "زیادہ سے زیادہ مول بھاؤ کرنے" کی ایک کوشش (ص ۵۶)

تقسیم کے بارے میں ڈاکٹر شیر الحق کو اپنے موقف پر قائم رہنے کا پورا حق ہے مگر یہاں وہ شاید بڑے خلوص کے ساتھ اہانتِ اقبال کی معصوم حرکت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان خطوط میں اقبال نے سودے بازی کے لیے ایک چالاک و عیار سیاست دان کا موقف اپنایا۔ شاید ڈاکٹر شیر الحق ناواقف ہیں کہ اقبال "مول بھاؤ" کا مزاج نہ رکھتے تھے اور سیاسی حربوں سے نفور تھے۔ وہ ایک صاف گو اور کھرے شخص تھے۔ خطوط میں دکھاوا نہیں، دلی موقف کا اظہار ہے۔ کسی مفکر کی آخری تحریروں کو رد کر کے، ماقبل افکار کو بنیاد بنانے کی منطق تسلیم کر لی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اقبال کا وسیع تر تصورِ ملت تو بعض شہرت و مقبولیت حاصل کرنے کا ایک وقتی حربہ تھا، اصل میں تو وہ وطن پرست تھے۔ (ترانۂ ہندی، نیا شوالہ) یہ الٹی زقند ہے، اور الٹی زقند ہمیشہ خطرناک ہوتی ہے ـــــ دیگر مقالہ نگاروں میں مفتی جلال الدین، حامدی کاشمیری، محمد یوسف ٹینگ اور ڈاکٹر آصف نعیم شامل ہیں۔ بعض مقالہ نگاروں کے خیال میں اقبال کی جدیدیت نے شعری زبان کو نئے محاورے سے روشناس کرایا، جس کے نتیجے میں اردو میں اعلیٰ شاعری کے وہ امکانات پیدا ہوئے جو بعض معاصر شعرا کے ہاں منعکس ہیں۔ اس پر بھی متفق ہیں کہ جدیدیت جن متنوع رجحانات اور گوناگوں میلانات سے تشکیل پذیر ہوتی ہے، وہ سب رجحانات و میلانات اقبال کے ہاں نظر آتے ہیں۔ اقبال روحِ عصر کے ترجمان ہیں اور ان کا آفاقی لہجہ اور انسانیت کے لیے ان کا پاسداری کا رویہ انھیں جدیدیت کا علمبردار بناتا ہے ـــــ اس مجموعے کے پیش لفظ میں اس کے مرتب پروفیسر آل احمد سرور نے ان مقالات کی اشاعت کو اقبال شناسی، اور اقبال کے ذریعے خود شناسی اور عالم شناسی کا ایک سلسلہ قرار دیا ہے۔ اقبال انسٹی ٹیوٹ کی یہ کاوش، تنقیدِ اقبال کو بعض نئے موضوعات کا راستہ دکھاتے ہوئے اس کے جہات و اطراف کو وسعت دینے کا ایک مثبت اقدام ہے ـــــ اس مجموعے میں سابقہ روایات کے برعکس سیمینار کے مقالات پر بحثوں کا خلاصہ نہیں دیا گیا، آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کا ازالہ ہونا چاہیے۔

ہندوستان ہی سے ایک اور کتاب "محبِ وطن اقبال" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۴ء میں "اقبال اور قومی یکجہتی" کے نام سے ایک کتابچے کی صورت میں چھپا تھا۔ یہ کتاب سید مظفر حسین برنی (گورنر ہریانہ) کے بھوپال یونیورسٹی میں دیے گئے ایک توسیعی خطبے پر مبنی تھا۔ نظرِ ثانی میں معتد بہ اضافے کیے گئے ہیں اور نام بھی بدل دیا گیا ہے۔ اس معیار سے اسے ایک نئی کتاب ہی سمجھنا چاہیے۔ دیباچے میں مصنف نے بتایا ہے کہ انھوں نے اقبال کے بارے میں غلط فہمیوں کے گرد و غبار کو دور کر کے "ہندوستان کے ادبی و فکری ماحول میں اقبال کو Re-instate

یا Re-install کرنے کی ایک دیانت دارانہ "کوشش" ہے ـــــ برنی صاحب نے مادرِ وطن سے اقبال کی محبت، فرقہ وارانہ نا اتفاقی پر ان کے غم و اندوہ، نظریۂ قوم پرستی سے بیزاری کے بعد اسلامی وطنیت کی طرف ان کی مراجعت، اقبال کے اس حبِّ وطن کے عناصر، ہندوستانی فلسفے کے گہرے مطالعے اور اقبال کے فلسفۂ عمل پر بھگوت گیتا کے اثرات، بعض ہندو سنتوں، مفکروں اور شخصیات کی عظمت کے اعتراف، نیز ہندوستان کی غلامی پر اقبال کے رنج و کرب پر ان کی شاعری سے استشہاد کیا ہے۔ اور بعض ہندو اور سکھ شخصیات سے اقبال کے نجی مراسم کا بھی ذکر کیا ہے۔

برنی صاحب کا یہ کہنا تو بجا ہے کہ "حبِّ وطن اور وطن پرستی دو الگ چیزیں ہیں۔ اقبال وطنیت کا بت نہیں بناتے۔ ان معنوں میں وہ وطن پرست نہ ہوں لیکن ان کا حبِّ وطن ہونا شک و شبہ سے بالاتر ہے۔" (ص ۱۴۹) لیکن ان کے بعض بیانات غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ مثلاً "اسلامی وطنیت" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

> "وہ ایک ایسے بین الاقوامی نظام کے متلاشی ہوتے جو بلند اور شریفانہ اقدار پر مبنی ہو۔ انھوں نے سوچا کہ اس نئے سماجی نظام کے لیے اسلام ایک خاکہ پیش کرتا ہے۔ مگر حالات اب یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ امید بھی پُر فریب تھی۔ اقبال دیکھنے کے لیے زندہ ہوتے، تو ان کی یہ امید کہ ساری انسانیت اسلام کے نام پر متحد ہو سکتی ہے، ہمارے زمانے میں مسلسل جاری رہنے والی ایران عراق جنگ سے ہی پارہ پارہ ہو گئی ہوتی۔" (ص ۴۰)

ہمارا خیال ہے کہ یہاں برنی صاحب نے صورتِ حال کو بہت ہی ظاہری اور سطحی نظروں سے دیکھا ہے اور نتیجہ اخذ کرنے میں بہت عجلت دکھائی ہے۔ انھیں یہ تو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا کہ اسلام سماجی نظام کا جو خاکہ پیش کرتا ہے، اس میں پست و بالا اور ذات پات کی وہ تفریق کسی ادنیٰ درجے میں بھی نہیں ملتی جس کی نہایت تکلیف دہ مثالوں سے روشن خیالی کے اس دور میں ہندوستان کا موجودہ سیکولر سماج گزر رہا ہے۔ پاکستان میں ہر چند کہ کوئی مثالی اسلامی سماجی نظام موجود نہیں ہے، لیکن محض مذہب کی بنا پر آج تک کسی ہندو بلکہ کسی بھی غیر مسلم کا بال تک بیکا نہیں ہوا۔ مگر ہندوستان کے غیر مذہبی سیکولر سماج میں ان اُنتالیس برسوں میں، مختلف پہلوؤں سے مسلمانوں پر کیا کچھ بیتی ہے، اور خود ہندوؤں میں ہریجنوں پر کیا کچھ بیت رہی ہے، اس سے محترم برنی صاحب ہم سے کہیں زیادہ واقف ہوں گے ـــــ ایران عراق جنگ بلاشبہ اُمّتِ مسلمہ کے لیے ایک المیے سے کم نہیں، بلکہ اسلام کی بنیاد پر ایک بین الاقوامی نظام کی طرف پیش رفت میں ایسی رکاوٹیں ہمیشہ عارضی ہوتی ہیں۔ اگر آپ گلی کوچے میں دو افراد کو باہم دست و گریباں دیکھ کر انسان سے مایوسی کا اعلان کر دیں اور اس کے مستقبل کو تاریک اور سیاہ قرار دے ڈالیں تو کیا یہ رویّہ قرینِ عقل و دانش مندی ہوگا؟ ـــــ مصنف نے آگے چل کر "اقبال اور پاکستان" کے زیرِ عنوان سات

صفحات کی مختصر اور تشنہ بحث سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہے کہ: "یہ بات صاف ظاہر ہے کہ پاکستان جس شکل میں موجود میں آیا، وہ اس کے مطلقاً حامی نہ تھے"۔ اس موضوع پر برنی صاحب نے کچھ خاص کاوش نہیں کی محض Statement کافی نہیں۔ بعض دیگر بھارتی مصنفین اس موضوع پر جہاں تک کاوش کر چکے ہیں، برنی صاحب وہاں سے بات آگے بڑھاتے تو ایک بات تھی ــــ ان کی موجودہ بحث پر کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس کتاب پر ایک مجموعی نظر ڈالیں تو سید مظفر حسین برنی کے ہاں اقبال سے ایک لگاؤ اور عقیدت کا جذبہ نظر آتا ہے۔ بعض دوسرے ہندوستانی مصنفین کے برعکس اختلافی مسائل پر ان کا نقطۂ نظر خاصا متوازن، لب و لہجہ متین و سنجیدہ، اور انداز سلجھا ہوا ہے۔ "محبِ وطن اقبال" اقبالیات میں خیر مقدم کے لائق ہے۔ توقع ہے وہ اپنی تین دیگر اقبالی تصانیف بھی مکمل کر کے جلد منظرِ عام پر لے آئیں گے۔

ہمارے اقبالی مصنفین میں ڈاکٹر محمد ریاض کا نام نمایاں ہے۔ وہ اقبالیاتی موضوعات پر لکھنے والوں میں یقیناً بہت مشہور ہیں۔ اقبالیات پر ان کی ۱۰، ۱۲ کتابیں چھپ چکی ہیں۔ اس برس دو نئی کتابیں آئی ہیں اور چھ زیرِ اشاعت کتابیں آئندہ ایک دو برسوں میں منظرِ عام پر آنے والی ہیں ــــ "افاداتِ اقبال" ان کے بیس تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے۔ "اقبال کی فارسی شاعری" سید محمد علی داعی الاسلام کے فارسی مقالے کا ترجمہ ہے۔ مصنف نے بعض نئے اور نادر موضوعات پر قلم اٹھایا ہے مثلاً: علامہ اقبال کا عسکری آہنگ، تازہ بہ تازہ، نو بہ نو تراکیبِ اقبال، اصنافِ سخن میں اقبال کی جدتیں وغیرہ۔ بعض مقالات کے آخر میں دی جانے والی فہارسِ کتابیات سے ڈاکٹر ریاض کے وسیع مطالعہ اور عربی، فارسی اور انگریزی مصادر پر ان کی دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔ اقبال کی اردو اور فارسی شاعری پر ان کا استحضار لائقِ رشک ہے، اور وہ اس کا خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ مقالات، بیشتر صورتوں میں توضیحی اور تشریحی ہیں۔ طالب علمانہ اہمیت کے علاوہ اقبال کے عمومی قارئین کے لیے بھی ان کی افادیت شک و شبے سے بالا ہے۔ "پروفیسر پرویز احمد کی اقبال شناسی" میں ان کے مجموعۂ مقالات کے ضمن میں یہ وضاحت ضروری تھی کہ طاہر تونسوی کے مرتبہ اس مجموعے کے ایک مضمون "اقبال کی آفاقیت کا مسئلہ" کے مصنف ڈاکٹر شمس الدین صدیقی ہیں۔ یہ وضاحت "ماہِ نو" (ستمبر ۱۹۹۳ء) میں ملتی ہے۔ "پیش گفتار" میں پروفیسر رحیم بخش شاہین نے بجا طور پر اقبالیات میں ڈاکٹر محمد ریاض کے زیرِ نظر مجموعے کا خیر مقدم کیا ہے، یقیناً اقبال شناسی میں ان عالمانہ مقالات سے مدد ملے گی۔

ڈاکٹر محمد ریاض کا ایک اور کام پروفیسر این میری شمل کی معروف کتاب Gabriel's Wing کا اردو ترجمہ ہے اجو اسی برس "شہپرِ جبریل" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ مقدمے میں مترجم لکھتے ہیں: "ترجمے کے سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ میں متن کو سامنے رکھ کر قلم برداشتہ ترجمہ لکھتا گیا۔ نہ عبارت آرائی ہے نہ پاک نویسی ــــ عبارت آرائی کی ترجمے میں گنجائش ہوتی ہے اور نہ مترجم سے اس کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ ترجمہ صحیح ہونا ضروری ہے، خواہ قلم

برداشت کیا گیا ہو، خواہ سوچ بچار اور غور و خوض کے بعد سپرد قلم کیا گیا ہو —— ترجمہ نگاری ایک فن ہے اور کسی مترجم کے لیے ترجمے کے اصولوں اور اس کی مبادیات سے ناواقفیت یا عمداً صرفِ نظر گمراہی پر منتج ہو سکتی ہے —— ڈاکٹر محمد ریاض نے ایک نامور معاصر مستشرق کی معروف تصنیف کو اردو کا روپ دینے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے خیال میں اسے ترجمے کے بجائے ترجمانی کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ ہمیں یہ کام مایوس کرتا ہے۔ مفصل جائزے کا موقع نہیں۔ پہلے ہی باب کی چند مثالوں کی روشنی میں ترجمے کے معیار کا اندازہ ہو سکے گا۔

In Europe, it means the beginning of new era.	یورپ میں اس صدی کا آغاز اس وقت ہوا

However the religious policy of Akbar and his intimates was sharply criticized by the orthodox	بہر طور اکبر اور اس کے مشیروں کی مذہبی پالیسی کو سلفی عقیدہ والے مسلمانوں نے ہمیشہ طعن و تشنیع اور تنقید کا نشانہ بنایا ہے

Other Sufi orders from the Western Islamic World	جمہور مسلمانوں کے ردعمل کو شیخ احمد سرہندی نے مؤثر صورت میں پیش کیا ہے

The Orthodox protest was personified in the person of Ahmad Sirhindi	عالم اسلام کے کئی دوسرے صوفیانہ سلسلے

The relations between the different orders wer@ very friendly, and jealousy and rivalry between them belong only to a later period.	صوفیا کے ان سب سلاسل کے درمیان ابتدا میں بڑی یگانگت اور مفاہمت رہی مگر متاخر دور میں ان کے درمیان حسد اور بغض کے احساسات بھی نمودار ہونے لگے تھے۔

ان مثالوں سے واضح ہوگا کہ ترجمہ جس وقتِ نظر اور تامل کا تقاضا کرتا ہے، مترجم نے اس سے صرفِ نظر کیا ہے ترجمے میں قلم برداشتہ رہنے کے نتیجے میں ترجمہ ناقص ہے اور کہیں کہیں غلط بھی —— orthodox مترجم نے

کا ترجمہ ایک جگہ "سلفی عقیدہ والے مسلمان" دوسری جگہ "صالح مسلمان" اور تیسری جگہ "جمہور مسلمان" کیا ہے۔ ایک جگہ متن میں شیخ احمد سرہندی کے عقیدت مندوں کے لیے admirers کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مترجم نے اس کا ترجمہ "جمہور مسلمان" کر دیا ہے —— ایک اور مقام پر orthodoxy کا اردو مترادف "مسلمان" لکھا ہے (ص ۴۰-۴۱)

مترجم نے رواداری کی اس روش کا مظاہرہ کئی پہلوؤں سے کیا ہے۔ مثلاً: پیش گفتار میں دو مقامات پر بعض جملوں کا ترجمہ حذف کر دیا ہے جو مترجم کے بقول، "غیر ضروری تھا" (حاشیہ ص ۱۱) بعض مقامات پر توسین میں کچھ اضافے کیے ہیں مگر اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ متن کا حصہ نہیں —— اصل کتاب کے حواشی میں حسبِ دل خواہ قطع و برید کرتے ہوئے انہیں مختصر کر دیا اور کہیں حواشی کی تلخیص بھی کر دی۔ یہ سب کچھ انہوں نے دانستہ کیا اور غالباً وہ ایسی تبدیلیوں میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ مقدمے میں لکھتے ہیں: "جرمن اور فرانسیسی زبانوں کی کتابوں، اور رسالوں کے حوالے حذف کر دیے، اور کہیں کہیں حواشی متن میں آ گئے، اور کہیں اس کے برعکس متن حاشیے میں چلا گیا" (ص ۷) ایسے تصرفات کتنی ہی نیک نیتی اور معصومیت کے ساتھ کیوں نہ کیے جائیں، ہمارے خیال میں تحریفات کے ذیل میں آتے ہیں، اور ایک مترجم کو اصل متن میں کسی ادنیٰ تحریف کا بھی حق نہیں ہے۔ اس لیے زیر نظر کتاب کو شمل کی تصنیف کا ترجمہ نہیں، بلکہ ترجمہ یا ترجمانی کہنا مناسب ہوگا۔

ترجمے کا ذکر چل رہا ہے تو Gabriel's wing کی طرح ایک اور اہم کتاب "زندہ رود" (دوم) کے فارسی ترجمے "جاویدانِ اقبال" کا ذکر بھی بے جا نہ ہو جائے، جسے اقبال اکادمی پاکستان نے شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ خانم ڈاکٹر شہین دخت مقدم کی اقبال شناسی اور پاکستان دوستی کا تیسرا نشان ہے۔ اس سے پہلے وہ اور "زندہ رود" کے پہلے حصے کا ترجمہ اور "نگاہی بہ پاکستان" کا ترجمہ شائع کر چکی ہے۔ "زندہ رود" اقبالیات کی بنیادی کتابوں میں سے ہے اور اقبالیات اردو میں کسی کتاب کو فارسی زبان میں منتقل کرنے کے لیے "زندہ رود" سے بہتر شاید ہی کوئی کتاب ہو۔ خانم ڈاکٹر نے اس کام کا آغاز ذاتی شوق و تشویق سے کیا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے کئی بار پاکستان کا سفر بھی اختیار کیا، اور خاص اس ترجمے کی تکمیل کے لیے کئی کئی ماہ شہرِ اقبال (لاہور) میں قیام کیا۔ انھوں نے محض کتاب کے ترجمے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حسبِ موقع ضروری حواشی و تعلیقات کا اضافہ بھی کیا ہے —— یوں انہوں نے مراجعت کے ساتھ ساتھ صراحت و وضاحت کا فریضہ بھی انجام دیا ہے، جس کے بغیر، ہندی پس منظر سے ناواقف قارئین کے لیے بعض امور کو سمجھنا شاید آسان نہ ہوتا۔ یہ کام محنت اور سلیقے سے انجام دیا گیا ہے۔

ایسی کاوشوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایران، اقبال کا مداح ہے، اور اس اعتبار سے ممنون و متشکر بھی کہ ایران کے حالیہ انقلاب پر خود ایرانیوں کے اعتراف کے مطابق فکرِ اقبال کے گہرے اثرات ہیں۔ اور اسی اعتراف کے تسلسل میں وہاں اقبالیاتِ فارسی کی روایت آگے بڑھ رہی ہے۔ حکومتِ ایران کے محکمۂ تعلیم نے "اقبال لاہوری" درکتابچے

درسی جمہوری اسلامی ایران" کے عنوان سے بڑے سائز پر ایک ۴۰ صفحاتی کتابچہ شائع کیا ہے، جس کی پہلی نظم کا آخری شعر ہے: ؎

مرگ را در حضرتِ اقبال ہرگز راہ نیست

تا زبانِ فارسی زندہ است او ہم زندہ است

یہ کتاب اقبال کے ان اشعار و منظومات کے متن اور ان کے بارے میں نثری اسباق پر مشتمل ہے، جو ایران کی نصابی کتابوں میں شامل ہیں۔ دیباچہ نگار جناب غلام علی حداد عادل کے بقول زیر نظر مجموعہ "آثارِ اقبال لاہوری نشانۂ این است کہ آمالِ اقبال در ایران بخوبی تحقق یافتہ است"۔ (اس بات کی علامت ہے کہ اقبال کی آرزوئیں ایران میں پوری طرح حقیقت بن گئی ہیں۔) کتابچے میں شامل اشعار متعلمین کو تقلیدِ غرب سے آزاد اور: ؎

اے اسیرِ رنگ، پاک از رنگ شو

مومنِ خود، کافرِ افرنگ شو

ہونے کی دعوت دیتے ہیں، اور:

از خوابِ گراں، خوابِ گراں، خوابِ گراں خیز

کے بعد: ؎

خیز و نقشِ عالمِ دیگر بنہ ——— کی تلقین کرتے ہیں

"اقبال، کشش اور گریز" حیدر آباد دکن کے معروف عالم اور اقبال شناس مرحوم پروفیسر عالم خوندمیری کے منتخب مقالات کا مجموعہ ہے۔ وہ جامعہ عثمانیہ میں شعبۂ فلسفہ کے صدر رہے۔ ڈاکٹریٹ کے لیے ان کا تحقیقی مقالہ "اقبال کا تصورِ زمان و مکاں" کے موضوع پر تھا۔ زیر نظر مقالات میں زیادہ تر زمان و مکاں، تقدیر اور وقت اور انسانی شخصیت کے پہلو زیرِ بحث آئے ہیں۔ ڈاکٹر عالم خوندمیری کا خیال ہے کہ اقبال ایشیائی شاعری کا پہلا مفکر ہے، جس نے انتہائی سنجیدگی کے ساتھ زمان و مکاں کو اپنی شاعرانہ فکر کا موضوع بنایا، ان کے بقول: "اقبال کا شمار ان مذہبی مفکر شاعروں میں کیا جانا چاہیے، جنھوں نے اپنے گہرے شعورِ زمان کے وسیلے سے زماں اور لازماں، اور تغیر اور دوام کو اعلیٰ تر حقیقت کے کشف میں مربوط کرنے کی کوشش کی"۔ (ص ۴۶) ہمارے بعض ناقدینِ اقبال کے ہاں بعض تضادات کا ذکر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عالم خوندمیری کا خیال ہے کہ یہ تضاد اس وقت نظر آتا ہے جب ہم فکرِ اقبال کے کسی ایک جزو کو دوسرے جزو سے الگ کر لیں۔ کُل اقبال کو پیشِ نظر رکھیں تو الجھن ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اقبال کا شاعرانہ جینیس تدریجی طور پر اپنے آپ کو منکشف کرتا ہے۔ اپنے مضمون "اقبال کی نظر میں انسانی تقدیر اور وقت" میں وہ بتاتے ہیں کہ اقبال بیسویں صدی کی "مستند آواز ہے، اور ایک اعتبار سے ان یورپی مفکرین کی طرح ہے جن کے لیے سب سے اہم مشغلہ انسان کی تقدیر کو بدلنا تھا۔" لیکن بیسویں صدی کے اس آخری دور میں حساس ذہن یہ پوچھ سکتا ہے کہ کس کے

genius

بس میں ہے کہ انسان کی تقدیر بدلے ۔ لیکن اس عظیم مایوسی میں اقبال کی یہ صدا" بودواں بچند آدرد، اے ہمت مردانہ حق پسندی کو شہادت کے لیے اکساتی ہے۔" (ص ۷۰) ڈاکٹر عالم خوندمیری کی رائے میں انسان، وقت اور تقدیر کا آپس میں گہرا تعلق ہے انسانی شخصیت اور وقت وقت ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اور تقدیر وقت کے نظام کے باہر نہیں، بلکہ وقت کے نظام ہی میں حاصل ہوتی ہے (ص ۴۶) ان کے خیال میں اقبال کی عصریت اس اہم انکشاف میں پنہاں ہے کہ وہ انسان کے کردار و عمل میں تبدیلی کرتا۔ یکی تبدیلی کہتے ہیں (ص ۴۲) مرحوم کے قریبی رفیق محمد ظہیر الدین، پیش لفظ میں لکھتے ہیں: عالم خوندمیری کی ہر بات، ان کے مطالعہ کی وسعت، فکر کی گہرائی و ندرت، حکیمانہ نظر اور عارف کی یافت کی گواہی دیتی ہے — یہی بات ان کے زیر نظر مقالات کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے — ان مقالات میں عمر بھر کا تعمق و تفکر، فلسفیانہ نظر اور مسائل پر سوچنے اور تدبر کرنے والا ذہن کارفرما نظر آتا ہے۔ بلاشبہ "اقبال کے سنجیدہ مطالعہ کو آگے بڑھانے کے لیے ان مضامین کو بڑی اہمیت حاصل" ہوگی۔ (خلیل اللہ حسینی)

جابر علی سید کا مجموعہ "اقبال، ایک مطالعہ" بزم اقبال لاہور کی طرف سے ان کے وفات کے بعد شائع ہوا۔ اقبال پر ان کا ایک مجموعہ مقالات (اقبال کا فنی ارتقا) پہلے شائع ہوا تھا۔ وہ ان نقادوں میں سے تھے جن کا تنقیدی سرمایہ ضخامت کم تر، مگر رطب و یابس سے پاک ہے، اور ایک توازن وقار اور ٹھہراؤ کی کیفیت لیے ہوئے ہے۔ ۹۰ صفحات پر مشتمل "اقبال اور فطرت" مجموعے کا پہلا اور طویل ترین مقالہ ہے۔ اس موضوع پر کئی اقبالی نقادوں نے قلم اٹھایا ہے، مگر سید صاحب کا مطالعہ منفرد ہے اور عمیق بھی۔ انہوں نے اقبال کی فطرت نگاری کے پس منظر کا سراغ لگاتے ہوئے، اردو کی کلاسیکی شاعری میں فطرت کے باب میں ہمارے شعرا کے رویوں اور اٹھارہویں اور انیسویں صدی کی انگریزی نیچرل پوئٹری کا ذکر کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ "بانگ درا" کے ابتدائی دور میں رومانوی طرز احساس رکھنے والے انگریزی شاعروں سے اقبال نے گہرا تاثر قبول کیا۔ انکے ہاں ورڈز ورتھ کے نظریہ فطرت کی بازگشت سب سے زیادہ ہے۔ مجموعی طور پر یورپ کی ۱۹ ویں صدی "اقبال کے فکر و تخلیق کے لیے ایک ایسا چشمہ تھا جو ہر لمحہ رواں دواں رہتا تھا، اور اقبال کی تشنہ کامی کے لیے ایک مستقل ذریعہ تسکین تھا" مفصل جائزے میں جابر علی سید نے بعض منظومات کے پس منظر میں اقبال کی ذہنی کیفیات سے بحث کی ہے، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ اورینٹل کالج لاہور کے زمانۂ معلمی میں وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ جانا چاہتے تھے، لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ "بانگ درا" کی نظمیں "گل رنگیں" اور "گل پژمردہ" اسی ذہنی کیفیات کی پیداوار ہیں۔ فطرت کے باب میں اقبال کے رویے کو اجاگر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ اقبال فطرت سے مخصوص اخلاقی نتائج اخذ کرتے ہوئے Deism کی بنیادی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ جابر علی سید نے قدرے تفصیل کے ساتھ اقبال کے ہاں استعمال شدہ بعض الفاظ، مثلاً قدرت، فطرت، حیات اور بزم ہستی وغیرہ کے بدلتے ہوئے ان معنوں کی عقدہ کشائی کی ہے جو: "اب تک اقبالیات میں نمایاں نہیں ہو سکے تھے۔" "اقبال اور تغزل" پر مقالے کا آغاز اس

جملے سے ہوتا ہے: "اقبال نے غزل اور تغزل کو صاف لفظوں میں مسترد کر دیا ہے۔" ان کا کہنا ہے کہ اقبال کی بہت سی غزلیں ہیئت کے اعتبار سے تو غزل ہیں، مگر مضامین کی نوعیت سے وہ غزلیات نہیں۔ اسی طرح ایسے اشعار جن میں تلقین کا لہجہ ہے یا اخلاقی اور مذہبی تصورات کو ضرورت سے زیادہ بلند بانگ اور harsh سا بنا کر پیش کیا گیا ہے، غزل میں شامل نہیں ہو سکتے ـــــ سید صاحب کی اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اقبال بنیادی طور پر غزل گو شاعر نہیں، لہٰذا ان سے روایتی اصناف، اسالیب، مضامین، علامات اور زبان کا تقاضا کرنا غلط ہوگا۔ البتہ بعض اشعار اردو غزل میں ایک خاص طرزِ احساس کے حامل ہیں اور "بانگِ درا" کی غزلیں ایک خاص انفرادیت رکھتی ہیں ـــــ ایک اور مقالے میں جابر علی سید نے "قطعہ رباعی تنازعہ" کے زیرِ عنوان اقبال کی بیشتر رباعیوں کو قطعات قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں اقبال کا تصورِ رباعی محض ان کی قلندرانہ بے نیازی" پر مبنی ہے۔ اگر اہلِ عروض قطعہ اور رباعی کا امتیاز تفصیل سے ان کے سامنے کر دیتے تو وہ اسے تسلیم کر لیتے اور رباعیاتِ باباطاہر کی غلط فہمی پر صاد کرتے کیونکہ وہ بڑے انصاف پسند تھے۔ جابر علی سید مرحوم کے عالمی ادبیات کے وسیع مطالعے، متوازن اور پختہ تنقیدی شعور اور بالغ نظری کی بنا پر اس مجموعے کو اقبالیات ۱۹۸۵ء میں ایک وقیع حیثیت حاصل ہوگی۔

میرزا ادیب کی پہچان بنیادی طور پر افسانوی ادب کے حوالے سے بنتی ہے مگر انھوں نے ادب کے بعض دوسرے شعبوں اور اصناف مثلاً آپ بیتی، خاکہ، سفرنامہ، ادبی تنقید اور بچوں کے ادب وغیرہ میں بھی اپنی خلاقی کے جوہر دکھائے ہیں۔ اس برس اقبالیات پر بھی ان کا ایک مجموعۂ مقالات بعنوان "مطالعۂ اقبال کے چند پہلو" شائع ہوا ہے۔ میرزا صاحب نے اقبالیات کے پامال موضوعات سے قطع نظر کرتے ہوئے ایسے عنوانات پر قلم اٹھایا ہے، جو تنقیدِ اقبال میں نسبتاً نئے ہیں یا پھر ان پر بہت ہی کم لکھا گیا ہے۔ مثلاً علامہ اقبال کا ایک مثالی شہر ـــــ علامہ اقبال اور کرمکِ شب تاب ـــــ علامہ اقبال کی حکایات ـــــ علامہ اقبال کی دعائیں وغیرہ۔

پہلے مقالے بعنوان: "علامہ اقبال بچوں کے لیے" ـــــ میں مصنف نے بچوں کے لیے لکھی جانے والی علامہ کی منظومات کے تذکرے اور محاسن و خوبیوں کے بیان ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ "بانگِ درا" کی بعض دیگر نظموں "عہدِ طفلی"، "طفلِ شیر خوار" اور "بچہ اور شمع" کے حوالے سے (اور یہ نظمیں بچوں کے لیے نہیں ہیں) بچوں کے بارے میں اقبال کے خیالات و نظریات کا ذکر کیا ہے۔ "طفلِ شیر خوار" کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ اس میں شاعر نے ایک ایسا رویہ اختیار کیا ہے جو حقیقت سے تو ہرگز متفاوت نہیں ہے، مگر اس کا ذکر ہماری شاعری میں علامہ سے پہلے کبھی نہیں ہوا ـــــ اسی مضمون میں آگے چل کر میرزا صاحب بتاتے ہیں کہ علامہ کے ہاں بچے کا تصور ایک ارضی بچے کے تصور میں صورت گیر ہوتا ہے۔ اس میں ماورائیت نہیں جیسا کہ ٹیگور کے ہاں ملتی ہے۔ علامہ اقبال سے بیشتر محمد حسین آزاد اور مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی مرحوم بھی بچوں کے لیے خوب نظمیں لکھ چکے تھے۔ میرزا صاحب نے ان کا موازنہ

علامہ اقبال کی نظموں سے کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ علامہ کی نظمیں کئی اعتبار سے فوقیت رکھتی ہیں۔

اس مجموعے کے دو مضامین، علامہ اقبال کی دو معروف مثنویوں "مسافر" اور "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" کے تجزیے پر مبنی ہیں۔ مصنف نے ان مثنویوں کے مطالب و موضوعات اور مفاہیم کی توضیح کی ہے۔ ان کے تاریخی اور نفسیاتی پس منظر سے متعلق مرزا ادیب کی بحث کے حوالے سے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اگرچہ زیرِ نظر مقالات کا مزاج توضیحی تجزیاتی اور تنقیدی ہے، لیکن اس میں تحقیقی رویہ بھی موجود ہے۔ اور اس بنا پر قاری موضوع کے پس منظر و پیش منظر اور ماحول و ماحولیہ سے پوری آگاہی حاصل کر لیتا ہے۔

مرزا ادیب کے دیگر مقالات بھی کم اہمیت کے حامل نہیں، یہ سب موضوعات کے نئے پن اور مرزا صاحب کے دلچسپ اور سادہ و دلکش اسلوب کی بنا پر قاری کی توجہ اپنی جانب کھینچتے ہیں۔

فتح محمد ملک کا مجموعۂ مضامین: "اقبال ـــــ فکر و عمل" بزمِ اقبال نے شائع کیا ہے۔ اپنے ابتدائیے میں ان مضامین کی ضرورت و جواز اور محرکات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: "جس طرح تصورِ پاکستان اقبال کے نظامِ فکر سے پھوٹا ہے، اسی طرح پاکستان کی بقا اور ترقی بھی اقبال کے افکار کی صحیح تعبیر پر منحصر ہے۔ میرے یہ مضامین بھی فکرِ اقبال کے عملی مضمرات سے بصیرت اندوز ہونے کی ایک عاجزانہ سی کوشش ہیں۔ یہ مضامین اقبالیات کے سرمائے میں اضافے کرنے کی غرض سے نہیں، بلکہ فکرِ اقبال کو پاکستان کی عملی زندگی میں کارفرما دیکھنے کی تمنا سے وجود میں آئے ہیں۔" چنانچہ یہ مضامین ہمیں اقبال کے تصورِ پاکستان اور اقبال کے سیاسی و ثقافتی فکر کی تعبیر و تطبیق اور اس عمل میں درپیش مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کی ایک کوشش معلوم ہوتے ہیں ـــــ ملک صاحب نے پہلے ہی مضمون میں ترقی پسند ناقدوں (مجنوں گورکھپوری علی سردار جعفری، اختر حسین رائے پوری، احتشام حسین) کو آڑے ہاتھوں لیا ہے، جنھوں نے "مخصوص مفادات کی پاسداری یا اپنے "عجزِ بصیرت" کی بنا پر اقبال کو "تنگ نظری، فرقہ پرستی اور رجعت پسندی" کا الزام دیا۔ ان کے خیال میں "ترقی پسند تنقید کے یہ حجابات ایک تہذیبی المیے سے کم نہیں۔" (ص ۹) اس مضمون میں انھوں نے اقبال کے ہاں "وطنیت یا اسلامیت؟" اور "اسلامیت یا انسانیت" پر بحث کرتے ہوئے مسلم قوم پرستوں اور بعض مغربیوں کا بھی بالتفصیل اور بدلائل رد کیا ہے ـــــ ایک اور مضمون میں فتح محمد ملک نے ترقی پسندوں کی اقبال شکنی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ سوویت یونین سے اقبال کی عظمت کی سند آجانے کے بعد ان کی قلبِ ماہیت لائقِ غور ہے کیونکہ "وہ تمام نقاد جو نصف صدی پیشتر اقبال کے خلاف شمشیرِ برہنہ تھے آج اقبال کے حضور عجز و انکسار کا پیکر ہیں۔" (ص ۱۱۲) وہ کہتے ہیں کہ اقبال کو نوجوان ترقی پسندوں کے ادبی اور تہذیبی مسلک کے بارے میں یہ اندیشہ لاحق تھا ؎

لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

اسی حوالے سے انھوں نے بانو قدسیہ کے ناول "راجہ گدھ" کا مختصر تجزیہ بھی کیا ہے جو اُن کے الفاظ میں: "علم بیزاری خرد دشمنی اور ظلمت پسندی کے مروجہ تہذیبی رجحان کی نمایندہ تخلیق ہے۔" (ص ۱۱۵) فتح محمد ملک نے لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم سمجھنے پر زور دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: "پاکستان بن جانے کے بعد ہمارے سامنے یہ سوال نہیں ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے، اب ہمارے سامنے سوال یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا مطلب کیا ہے؟" (ص ۰۵) ان کی رائے میں یہ مطلب اقبال سے سمجھنا چاہیے جن کی پوری شاعری اور جن کا سارا فلسفہ اسی ایک نکتۂ ایمان کی تفسیر ہے۔ فتح محمد ملک اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج ہم پاکستان کے مطلب کو فراموش کر چکے ہیں، اور مایوسی ہمارے دلوں میں گھر کرتی چلی جا رہی ہے۔ ان کے خیال میں "اس صورتِ حال کے ذمہ دار تو ہم سب ہیں، مگر اہلِ سیاست، اور اہلِ دربار سے کہیں زیادہ اہلِ دانش پر اس کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہوتی ہے۔" (ص ۹۴) ہمارے خیال میں دانشوروں نے اس صورتِ حال سے آنکھیں دوچار کرنے سے بالعموم گریز کیا ہے، جسے فتح محمد ملک نے "مشکلاتِ لا الٰہ" کا نام دیا ہے۔ بحیثیت مجموعی اگر ہم اپنے دانشوروں کے سرمایۂ عمل پر نظر ڈالیں تو صورتِ حال خاصی عبرت ناک نظر آتی ہے۔ خوشامد، ابن الوقتی، کاسہ لیسی اور ذاتی زندگیوں میں مخصوص مادی مفادات کی چاکری ان کا وطیرۂ حیات رہا ہے۔ فتح محمد ملک نے اس کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے کہ "ہندی مسلمانوں نے اقبال کے دکھائے ہوئے راستے پر چل کر ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت تو قائم کر لی مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا اس پر مجھے حضرت عمر فاروقؓ یاد آتے ہیں جو مسجد نبوی کے صحن میں ایران سے لائے گئے مالِ غنیمت کے انبار دیکھ کر بے ساختہ رو پڑے تھے۔ شاید انھیں درویشانہ زیست کا مسلک معرضِ خطر میں دکھائی دیا تھا۔" (ص ۴۴) اس اقتباس کے حوالے سے ہمارے دانشور بالفاظِ فتح محمد ملک "درویشانہ زیست کا مسلک" اپنائے بغیر مایوسانہ صورتِ حال سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ خودی کا اثبات و اقرار ہی کافی نہیں، اس کا استحکام بھی ناگزیر ہے، اور نفاقِ فکر و عمل کی موجودگی میں نہ تو استحکامِ خودی ممکن ہے اور نہ افکارِ اقبال کی صحیح تعبیر ـــــ مسلم تاریخ کے حوالے سے ہماری اجتماعی زندگی کا المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں تعبیر و تفسیر تو بہت ہوئی، مگر یہ تفسیریں ہماری عملی زندگیوں پر منطبق نہیں ہو سکیں ـــــ جناب احمد ندیم قاسمی نے پیش لفظ میں لکھا ہے: "فتح محمد ملک نے تصورِ پاکستان کو اقبال کے نظامِ فکر سے مربوط کیا ہے۔" ہمارے خیال میں اقبال کے نظامِ فکر کو اپنے اعمال و اشغال کا جزو بنا لینے کی ضرورت ہے تبھی اس مایوس کن صورتِ حال کا مداوا ہو سکے گا جس کی طرف ملک صاحب نے اشارہ کیا ہے ـــــ فتح محمد ملک ایک خوبصورت اسلوب کے مالک ہیں، اور انھوں نے بڑے سلیقے سے اپنا مدعا قاری تک پہنچایا ہے۔ یہ مجموعہ اپنے مطالب و معنویت کی انفرادیت کے سبب، اقبالیات میں اضافہ شمار ہوگا۔

"اقبال شناسی کے نئے زاویے" مجلہ اقبال نامہ، ۱۹۸۴ء تک کے بیس منتخب مقالات کا مجموعہ ہے جسے ڈاکٹر سلیم اختر نے مرتب کیا ہے۔ انگریزی مقالات کا انتخاب ناصرہ حبیب نے Versatile Iqbal کے نام سے

کیا ہے۔ اس میں اکتیس مقالات شامل ہیں۔ جملہ اردو اور انگریزی مقالات معروف و ممتاز اقبال شناسوں کے ہیں اور مختلف زاویہ ہائے فکر و نظر کے حامل ہیں۔ ان میں اقبال کے فکر و فن، فلسفے اور تصورات و نظریات کے مختلف پہلوؤں کو متنوع زاویوں سے زیر بحث لایا گیا ہے۔ اردو مجموعے میں اقبال کی بعض غیر مدوّن تحریروں پر مبنی مضامین بھی شامل ہیں۔ اس اعتبار سے دونوں مجموعے اردو و انگریزی میں لکھنے والے اہم اقبالیین کی وساطت سے اقبال کے عظیم فکر اور ان کی شاعرانہ بداعت کی گوناگوں جہات سے آشنا ہونے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

"علامہ اقبالؒ" کے نام سے ایک مختصر سی کتاب جناب شریف المجاہد نے تیار کی ہے۔ مصنف "حرفِ آغاز" میں لکھتے ہیں، "موجودہ کتابچہ کا مقصد ثانوی اسکول اور کالج کے طالب علموں کو علامہ اقبال کی زندگی کے حالات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس مقصد کے پیشِ نظر کوشش کی گئی ہے کہ زبان سادہ و سلیس اور اندازِ بیان میں ممکنہ حد تک تشریح و وضاحت سے کام لیا جائے۔ تاکہ نفسِ مضمون کی تفہیم آسانی کے ساتھ ہو سکے۔" متعینہ مقاصد کے پیشِ نظر مصنف کی کوشش کامیاب رہی ہے۔ حالاتِ زندگی کے علاوہ مختصراً اقبال کے فکری ارتقاء، تصورِ پاکستان اور اقبال کے پیغام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ کئی مقامات پر اغلاط ہیں جنہیں کو نقصِ کتابت سمجھنا چاہیے۔

بزرگ مصنف اور عالم ڈاکٹر عبد الشکور احسن نے اقبال صدی کے موقع پر "اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ" کے نام سے ایک وقیع کتاب پیش کی تھی۔ اس عرصے میں وہ اقبال کے مختلف موضوعات پر برابر لکھتے رہے۔ اس برس ان کے بارہ انگریزی مقالات کا مجموعہ An Appreciation of Iqbal's Thought and Art کے نام سے چھپا ہے۔ یہ سب مطبوعہ مضامین ہیں، مگر ڈاکٹر صاحب نے نظرِ ثانی کرتے ہوئے بعض مقامات پر اضافے کیے ہیں، اور اقتباسات و اشعار کا انگریزی ترجمہ بھی دیا ہے۔ سارے ہی مباحث اہم ہیں اور اقبال کے نظریات سے متعلق ہیں۔ مصنف نے دیباچے میں اقبال کے فکر و فن کے بارے میں، اس کتاب کے مضامین کے ذریعے قارئین میں ایک نئی بصیرت اور دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کا ذکر کیا ہے۔ کچھ شبہ نہیں کہ ڈاکٹر احسن اپنی معلمانہ دسترس اور تصنیفی سلیقہ مندی کی بدولت اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔

"اقبال کی اردو نثر" کے نام سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد نے اپنے بی۔ اے اقبالیات کے نصاب کے لیے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں علامہ کے بعض مضامین و مقالات، دیباچہ پیامِ مشرق اور چند مکاتیب کے متن کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

لندن کے مسلم انسٹی ٹیوٹ نے جولائی میں "اقبال کا تصورِ انقلابِ اسلامی" کے موضوع پر ایک عالمی سیمینار منعقد کیا تھا۔ اس میں پڑھے جانے والے مقالات میں سے ایک مقالہ مطبوعہ کتابی صورت میں ہم تک پہنچا ہے جس میں پاکستان کے ممتاز اقبال شناس ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی نے اقبال کے نظریۂ قومیت پر زمانی اعتبار سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کے

خیال میں دورِ اول میں اقبال کی وطن پرستی کا ایک محرک تو انسانی ہمدردی تھی۔ دوسرا سبب علی گڑھ تحریک سے وابستہ بزرگوں (میر حسن اور آرنلڈ) کا ذہنی اثر تھا۔ بعد ازاں اقبال نے ڈریپر کی History of Conflict between Religion and Science کا مطالعہ کیا اور یورپ کے براہِ راست مشاہدے کا موقع ملا اور ان پر وطنی قومیت کی ملحدانہ بنیادیں اور اس کا سامراجی پہلو آشکار ہوا تو انہوں نے قوم پرستی کو انسانی وحدت کے آفاقی تصور کے منافی سمجھتے ہوئے اسے رد کر دیا۔ ایک اور مقالہ ڈاکٹر کلیم صدیقی کا ہے جس کا موضوع ہے: "اقبال کا تصورِ انقلابِ اسلامی" ان کے خیال میں یہ تصور: ع شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو ——— میں پوشیدہ ہے اور دورِ حاضر میں اس کی مثال ایرانی انقلاب ہے۔ ڈاکٹر صدیقی کہتے ہیں کہ دنیا بھر کی مسلم قومی مملکتیں مغرب کی نوآبادیاتی پالیسی کے نتیجے میں وجود میں آئی ہیں۔ اقبال کے تصورِ انقلابِ اسلامی کا تقاضا ہے کہ مسلم معاشروں سے مغرب کے اثرات ختم کرنے کے لیے اعلانِ جنگ کیا جائے ——— یہ مقالہ مجلسِ اقبال لندن کے تحت اپریل میں منعقدہ یوم اقبال کے جلسے میں پڑھا گیا تھا۔

اقبالیاتی موضوعات پر مقالہ نویسی، جامعات کی قدیم روایت ہے ——— اس برس پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کے امتحان کے لیے تین مقالات لکھے گئے۔ اختر النساء نے "یوسف سلیم چشتی (بحیثیت شارحِ اردو)" میں اولاً، خاصی کاوش سے چشتی صاحب کے حالات جمع کیے ہیں۔ ثانیاً ان کی اقبال شناسی اور بطورِ خاص ان کی شرح نویسی کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ مقالہ نویس نے غالب، اقبال اور اکبر پر یوسف چشتی کی جملہ شروح کا الگ الگ جائزہ لیا ہے۔ ان کے نزدیک چشتی کے ہاں کئی خامیاں بھی ہیں، مگر ان خامیوں کے باوجود ان کی شروح کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے ہاں وہ شارحانہ نظر موجود ہے جو ایک شارح کے لیے ضروری ہونی چاہیے۔ اگرچہ ان کی باتیں متوازن نہیں ہوتیں، مگر جامع اور مؤثر و مفید ہوتی ہیں ——— انہوں نے اقبال کی شرحیں لکھ کر اقبالیات میں اپنے لیے ایک بلند مقام پیدا کر لیا۔"

یاسمین کوثر نے "بشیر احمد ڈار بطور اقبال شناس" پر مقالہ تیار کیا ہے۔ ابتدا میں ڈار مرحوم کے سوانح بیان ہوئے ہیں۔ باقی ابواب میں ان کی جملہ اردو و انگریزی تصانیف و تالیفات اور تراجم کا توضیحی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ مجموعی جائزے میں مقالہ نویس نے بتایا ہے کہ اگرچہ بشیر احمد ڈار کی علمی و ادبی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، مگر ان کی اقبالیاتی کاوشیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ڈار صاحب نے اقبال کے فکر کو مغربی دنیا میں متعارف کرایا۔ انہوں نے فکرِ اقبال کے علمی پہلو پر زور دیا ہے۔ اقبال کی اردو اور انگریزی تحریروں کی عالمانہ تدوین بھی ڈار صاحب کی اقبال شناسی کا نمایاں پہلو ہے۔ جب بھی اقبال شناسی کی تاریخ لکھی جائے گی، فروغِ اقبالیات کی تحریک میں ان کی خدمات کو سراہا جائے گا۔" (ص ۱۹۱)

تیسرا مقالہ فرخ طاہرہ نقوی نے تحریر کیا ہے، اس کا موضوع ہے: "کلامِ اقبال میں قرآنی تلمیحات کا جائزہ" ———

اس میں شعروشعر تلمیحات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور متعلقہ قرآنی آیات کا حوالہ بھی دیا گیا ہے ـــــ مقالہ نویس نے یہ محنت طلب کام بڑی دیدہ ریزی اور سلیقے سے انجام دیا ہے۔

اقبال کرنر کے سلسلے میں اس برس صرف ۲ کتابیں شائع ہوئیں۔ زاہد حسین انجم نے اپنی کتاب "جہانِ اقبال" میں ایک سو عنوانات کے تحت سوالات وجوابات مرتب کیے ہیں۔ ناشر کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک منفرد کتاب ہے، کیونکہ اس میں تمام تر معلومات نئی اور غیر مطبوعہ ہیں۔ ناشر کے اس دعوے کو تاجروں کی اس روش کے تناظر میں دیکھنا چاہیے کہ ان کی ساختہ ہر چیز پر Best Quality کی مُہر ہوتی ہے ـــــ مقبول اکبر دارثی کی "علامہ اقبال، سوال وجواب میں" کوئی دعویٰ تو نہیں کیا گیا مگر سوال وجواب کی تعداد بڑھانے کی خاطر، اقبالیات سے غیر متعلق اس نوعیت کے سوالات بھی جگہ جگہ نظر آتے ہیں: نجف کیوں مشہور ہے؟ سکھ مذہب کے بانی کون ہیں؟ رستم کے دادا کا نام کیا تھا؟ سقراط کی موت کیسے ہوئی؟ دستغانی کے معنی بتلایئے؟ سکندرِ اعظم کی موت کہاں واقع ہوئی تھی؟ سنگھ صاحب کا پہلا نام کیا تھا؟ سعید حلیم پاشا کا نام بتایئے؟ سام کس کا بیٹا تھا؟ بظاہر یہ سوالات اقبالیات سے غیر متعلق نظر آتے ہیں لیکن ہمیں متعلق اور غیر متعلق کی بحث میں نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ آج کل اقبالیات کے ایسے ماہرین موجود ہیں جو دنیا کے ہر موضوع اور ہر شے کو اقبالیات سے مربوط و متعلق کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ایسے ہی ایک ماہرِ اقبال کے بارے میں گل شگفتہ خامہ بگوش نے اپنے کالم میں بتایا تھا کہ موصوف "اقبال اور ٹنڈو آدم" کے موضوع پر کتاب لکھنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ پوچھا گیا: علامہ تو کبھی ٹنڈو آدم گئے ہی نہیں، آپ اس موضوع پر کتاب کیسے لکھ سکتے ہیں؟ جواب ملا: میں اپنی کتاب میں یہی تو ثابت کروں گا کہ اقبال کبھی ٹنڈو آدم گئے ہی نہیں تھے۔

۱۹۸۵ء میں اقبال نمبروں کی روایت بھی برقرار رہی ـــــ "صحیفہ" کے خصوصی شمارے میں دیگر مضامین کے علاوہ "اقبالیات، ایک جائزہ" پر منعقدہ مذاکرے کی روداد شامل ہے۔ "ماہِ نو" نے اپریل اور نومبر کی اشاعتوں میں اقبالیات پر بیس مضامین اور منظومات شائع کیں ـــــ اردو اور انگریزی اخباروں نے بھی حسبِ روایت ۲۱ اپریل اور ۹ نومبر کو علامہ کی یاد میں خصوصی ایڈیشن شائع کیے ـــــ اقبالیات کے مختلف پہلوؤں پر بکثرت لکھا گیا، ان سب کا احاطہ و تجزیہ اس مضمون میں ممکن نہیں۔ تاہم پروفیسر رحیم بخش شاہین کا "اقبال کا تیسرا سفرِ یورپ" (اقبالیات، جولائی) اور ڈاکٹر حسن اختر کا "اقبال کا سلسلۂ ملازمت" (اقبال ریویو، جنوری) اقبال کے سوانحی کوائف کے بارے میں بعض نئے پہلو سامنے لاتے ہیں۔ اقبال اکادمی پاکستان کے مجلّے "اقبالیات" (سابق "اقبال ریویو") کے شمارہ جولائی میں پیامِ مشرق کے چند اشعار کا ترجمہ اور فرہنگ پیش کرتے ہوئے ایک مفید سلسلے کا آغاز کیا گیا ہے۔ مجلّہ "اقبال" نے بھی متعدد مفید مضامین شائع کیے گئے ہیں۔ ملک میں اور بیرونِ ملک بھی، علمی و ادبی مجلات میں نامور اور نسبتاً کم معروف لکھنے والوں کے مقالات شائع ہوئے (ہم اس مضمون کے آخر میں ۱۹۸۵ء میں مطبوعہ جملہ کتب و مقالات کا اشاریہ دے رہے ہیں جس سے ان کی تفصیل معلوم ہو سکے گی)

اقبالیات ۱۹۸۵ء پر حسابی نگاہ ڈالیں تو مجموعی طور پر ۴۴ کتابیں اور ایک سو سے زائد مضامین و مقالات شائع ہوئے۔ بہت سی کتابیں بار دگر چھپیں اور متعدد کتابوں کے نئے ایڈیشن منظر عام پر آئے۔ اقبال کی یاد میں منعقدہ جلسوں، مذاکروں، کانفرنسوں اور کوئز مقابلوں کی تفصیل بیان کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ اس کی ضرورت — مگر ایسی مختلف تقریبات لاہور، کراچی میں منعقد ہوئی ہوں یا لندن، قاہرہ، دہلی، بھوپال یا سری نگر میں، ان سے اقبال کے فکر و فن سے بڑھتی ہوئی دلچسپی اور اقبالیات کے فروغ پذیر امکانات کا اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے۔

۱۹۸۴ء کے مقابلے میں ۱۹۸۵ء میں اقبالیات کے بنیادی مآخذات زیادہ تعداد میں سامنے آئے ہیں ان میں ریجنالڈ ہاسٹ اور عبدالعزیز مالواڈہ کے نام خطوط، اسی طرح "مظلوم اقبال" میں شامل مکاتیب زیادہ اہم ہیں۔ مکاتیب اقبال کے مختلف مجموعوں کی اشاعت کے بعد غیر مدون مکاتیب کا اتنا بڑا ذخیرہ بیک وقت کبھی منظر عام پر نہیں آیا — خطوط کے علاوہ اقبال کی غیر مطبوعہ تصنیف "تاریخ تصوف" ڈاکٹریٹ کے مقالے کے محذوف حصوں اور "مظلوم اقبال" کی بعض روایات و معلومات کی مدد سے اقبال پر نئے زاویوں سے تحقیق و تنقید کے امکانات وسیع ہو گئے ہیں — البتہ ۱۹۸۴ء میں تراجم اقبال کی سات آٹھ کتابوں کے برعکس ۱۹۸۵ء میں ترجمے کی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔

تنقید و تفہیم اقبال کے ضمن میں خطبات اقبال کے مطالعے کا خوش آیند رجحان ابھرا ہے۔ پروفیسر محمد عثمان اور ڈاکٹر محمد خالد مسعود کی کتابوں کے علاوہ بعض مضامین مثلاً شہزاد قیصر کا مضمون Iqbal's Analysis of Muslim Culture : A Critical Study (اقبال ریویو، اکتوبر) اور مختار صدیقی کا مضمون "علم اور واردات روحانی پر اقبال کا خطبہ" (ماہِ نو، اپریل) اس کی غمازی کرتے ہیں۔

اس جائزے کے آخر میں، میں ۱۹۸۴ء کے سالانہ جائزے کے چند اختتامی جملے دہرانے کی اجازت چاہتا ہوں:
"اقبالیات کے مختلف شعبوں میں ٹھوس تحقیقی کام کرنے کی نہ صرف گنجایش موجود ہے، بلکہ اشد ضرورت بھی — اور اس ضمن میں منظم منصوبہ بندی محققینِ اقبال اور اقبال اداروں کی مشترکہ ذمہ داری ہے تاکہ اقبالیات کا گراف، افقی اور عمودی دونوں اعتبار سے دنیائے علم و فکر اور شعر و ادب کے لیے قابلِ رشک حیثیت اختیار کرے" — اور اسی پر یہ جائزہ ختم کرتا ہوں

(۱۳ اپریل ۱۹۸۶ء)

حواشی

۱۔ مشمولہ "مقالاتِ اقبال" مرتبہ سید عبدالواحد معینی

۲۔ محمد امان اللہ جو ہو ہیم: اقبال یورپ میں، ص ۱۲

۳۔ وہی کتاب اور مصنف: ص ۹۵

۴۔ "اقبال" از عطیہ بیگم (طبع اول، ستمبر ۱۹۵۶ء) ص ۵۰

۵۔ اقبال، مکتوب بنام شیخ عطا محمد، ۲۰ ستمبر ۱۹۲۲ء۔ منظوم اقبال۔ ص ۳۴۰

۶۔ حال ہی میں ناشر نے "ذکرِ اقبال" کو اس کی تمام تر اغلاط اور تسامحات کے ساتھ جوں کا توں شائع کیا ہے۔

۷۔ نقوش، اقبال نمبر ۲ (دسمبر ۱۹۷۷ء) میں اس بحث سے متعلق دونوں اصحاب کے مضامین دیکھیے۔

۸۔ مکتوب اقبال بنام حبیب الرحمٰن خاں شروانی مشمولہ: اقبال نامہ، اول، ص ۶

۹۔ شیخ اعجاز احمد عقیدتاً قادیانی ہیں۔ کتاب میں انہوں نے اپنی قادیانیت کو کہیں بھی نہیں چھپایا بلکہ حسبِ موقع قادیانیت کے حق میں فضا کو سازگار بنانے کے لیے کوشاں رہے ہیں۔

۱۰۔ زندہ رود، سوم۔ ص ۵۹۹

۱۱۔ اقبال نامہ، اول۔ ص ۳۸۷

۱۲۔ سیارہ، اقبال نمبر۔ مئی ۱۹۶۳ء

۱۳۔ مشمولہ "فکرِ اقبال"

۱۴۔ ڈاکٹر وحید عشرت: اقبالیات جنوری تا جون ۱۹۸۶ء۔ ص ۱۲۸

۱۵۔ خطباتِ اقبال پر ایک نظر: محمد شریف بقا سمن آباد لاہور [۱۹۷۴ء] ص ۱۳۹

۱۶۔ دیباچہ، خطباتِ اقبال پر ایک نظر: ص ۳-۴

۱۷۔ محترمہ کنیز فاطمہ یوسف اس طبقے کی نمائندگی کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

نذیر نیازی کا ترجمہ "ایسی جناتی زبان میں ہے، جس کے مقابلے میں انگریزی کہیں زیادہ سہل اور موثر نظر آتی ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ مترجم نے اقبال کے انقلابی تصورات میں کانٹ چھانٹ اور ترمیم و تاویل کا حق بھی خدا جانے کہاں سے حاصل کر لیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت اردو میں ان خطبات کا جو ترجمہ دستیاب ہے، وہ صرف پیچیدہ اور مبہم ہے، بلکہ گو کہیں کہیں متنِ اصل سے بھی مختلف ہے۔" ("اقبال کے انگریزی خطبات" در "فنون" ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۰ء، ص ۳۹)

۱۸۔ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، ص ۱۹

کتابیات اقبال

۱۹۸۵ء

ذیل میں "۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب" میں مذکور تمام مطبوعات کی توضیحی کتابیات دی جا رہی ہیں جو کتابوں اور اقبال نمبروں کے کتابیاتی کوائف، اور ان کے مندرجات و مباحث کی تفصیل پر مبنی ہے ـــــ اس کا مقصد قارئین کو شمولات کی نوعیت سے آگاہ کرنا ہے۔ چونکہ یہ تفصیلی کوائف مضمون کے اندر دینے کا محل نہ تھا اس لیے انہیں یہاں درج کیا جا رہا ہے۔
کتابوں کے علاوہ ۱۹۸۵ء میں شائع ہونے والے متفرق مضامین و مقالات کی فہرست بھی دی جا رہی ہے ـــ یہ کتابیات ایک اعتبار سے اقبالیات کا سالانہ رفتار پیما بھی ہے۔

زیر نظر کتابیات مطبوعات کی نوعیت کے اعتبار سے چھ حصوں میں منقسم ہے:

(۱) تصانیف اقبال

(۲) اقبال کی شرحیں

(۳) اقبال پر کتابیں

(۴) غیر مطبوعہ تحقیقی مقالات

(۵) اقبال نمبر

(۶) متفرق مضامین و مقالات

اس میں ۱۹۸۴ء کی بعض مطبوعات خصوصاً متفرق مضامین کے ایسے حوالے بھی شامل ہیں جو ۱۹۸۴ء کے اشاریہ مطبوعات میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ ممکن ہے کہ ۱۹۸۵ء کے بعض حوالے بھی زیر نظر کتابیات میں رہ گئے ہوں۔ قارئین کی جانب سے ایسے حوالوں کی نشاندہی کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

تصانیف اقبال

محمد اقبال، علامہ [مرتبہ، پروفیسر صابر کلوروی]

تاریخ تصوف: مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور۔ مارچ ۱۹۸۵ء۔ ۱۲۰ص۔ ۲۱ x ۱۲ سم ۵۰/۲۵ روپے مجلد۔

وضاحت مرتب۔ پیش گفتار از ڈاکٹر محمد ریاض

تاریخ تصوف کا پس منظر از مرتب

ابواب: تصوف کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ تصوف کے ارتقا پر ایک تاریخی تبصرہ۔ حسین بن منصور حلاج۔ تصوف اور اسلام۔ تصوف اور ہماری شاعری۔ متفرق اشارات (انگریزی)

اقبال کے ماخذ و مصادر۔ کتابیات۔ اشاریہ

محمد اقبال، علامہ

مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق: رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران، پاکستان اسلام آباد [۱۹۸۵ء] ۹۲ص۔ ۳۲ x ۲۳ س م۔ ق ی۔ کاغذی جلد

اقبال کی شرحیں

عبید اللہ قدسی

مناجات جاوید نامہ: اقبال اکادمی پاکستان لاہور۔ جولائی ۱۹۸۵ء۔ ۱۲۵ص۔ ۲۱½ x ۱۳½ سم ۲۵ روپے مجلد

تعارف از ڈاکٹر جمیلہ خاتون

[جاوید نامہ کے حصہ مناجات کی شعر بہ شعر تشریح]

اشاریہ

مصطلحات

محمد عثمان، پروفیسر

فکر اسلامی کی تشکیل نو: سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔ ۱۹۸۵ء۔ ۲۲+۲۲۲ص۔ ۲۰½ x ۱۳½ سم ۴۰ روپے مجلد

[اقبال کے انگریزی خطبات کے موضوعات و مباحث کو توضیحی و تشریحی انداز میں بیان

کیا گیا ہے]

اقبال پر کتابیں

آل احمد سرور (مرتب)

جدیدیت اور اقبال، اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی سری نگر۔ ۱۹۸۵ء، ۱۴۴ص۔ ۲۱x۱۴ س م
۱۸ روپے کاغذی جلد

پیش لفظ از مرتب

اقبال انسٹی ٹیوٹ میں منعقدہ ایک سیمنار کے مقالات، خطبۂ صدارت از شیخ محمد عبداللہ۔ جدیدیت کیا ہے از آل احمد سرور۔ اقبال کی معنویت از جگن ناتھ آزاد۔ اقبال کی جدیدیت کا معاملہ از پروفیسر شکیل الرحمٰن۔ اقبال کے سیاسی فکر میں عصریت از پروفیسر بشیر الحق۔ اقبال کی شاعری میں عرفان ذات از حامدی کشمیری۔ اقبال جبر و قدر کے گرداب میں از محمد یوسف ٹینگ۔ اقبال اور جدیدیت از کبیر احمد جائسی۔ اقبال اور جدیدیت از مفتی جلال الدین۔ اقبال کی معنویت پر میری نظر از ڈاکٹر آصف نعیم

اعجاز احمد

مظلوم اقبال: اعجاز احمد، بی ۲۱۳ واٹر پمپ، ترو روڈ کراچی ۴۔ ۱۹۸۵ء۔ ۳۷۷ص۔ ۲۱x۱۴ س م۔
۷۵ روپے مجلد

پیش لفظ از مصنف

مباحث: علامہ اقبال کے جدِ اعلیٰ کا مشرف بہ اسلام ہونا۔ علامہ اقبال کے جدِ اعلیٰ نے کب اسلام قبول کیا؟ علامہ اقبال کے اجداد میں سے کس نے اور کب کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ میں سکونت اختیار کی۔ علامہ کے خاندان کی گوت سپرو (کشمیری پنڈت) تھی۔ علامہ اقبال کے والد۔ علامہ اقبال کی والدہ۔ علامہ اقبال کے بڑے بھائی۔ شبنم اور طوفان۔ اقبال منزل۔ علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش۔ علامہ اقبال کی شادیاں۔ علامہ اقبال کا سچ۔ ایک کشف۔ من ذکر دم شما حذر بکنید۔ مولانا میر حسن اور ایں پرستش غماز بود۔ شعر خش زلبش شنیدہ ام۔ کیا علامہ اقبال مالی لحاظ سے خوشحال تھے؟ کیا علامہ اقبال سرد مہر اور "طبیعت ہیرا من" تھے؟ کیا علامہ اقبال تفضیلی عقیدہ رکھتے تھے؟ جاٹ اور علامہ اقبال کی شاعری۔ برکاتِ لامحدود [لڑکیوں کے لیے تجویز کیے جانے والے نام] پیراں نمی پرند مریداں می پرانند۔ ایک تمنا جو پوری نہ ہوئی [علامہ کی آرزوئے حج] علامہ اقبال کی وسعت مطالعہ

بیسویں صدی کے آخر کا سنسنا زمانہ۔ آخری ملاقات۔ صدق و اخلاص و صفا باقی نماند۔ جاوید اور منیرہ کی ولادت کے متعلق وصیت۔ ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے۔ [اقبال کی مے نوشی اور ان کے نفسیاتی مطالعوں کا ذکر] علامہ اقبال کی یادگار اشیا۔ زندہ رود، علامہ اقبال کے سوانحیات۔ علامہ اقبال اور احمدیت۔ شکوۂ جور و جفا۔ علامہ اقبال کے مکتوبات [۱۰۳ خطوط مع توضیحات]

انتظار احمد صدیقی، ڈاکٹر

اقبال اور نظریۂ قومیت: مسلم انسٹی ٹیوٹ لندن [۱۹۸۵ء] ۱۵ ص۔ ۲۹½ × ۲۱ س م۔ ق ن

جابر علی سید

اقبال ایک مطالعہ: بزم اقبال لاہور۔ جون ۱۹۸۵ء۔ ۱۵۲ ص۔ ۲۱ × ۱۴ س م۔ ۲۲ روپے مجلد

مقالات: اقبال اور فطرت۔ اقبال کا نظریۂ حسن۔ شمع اور شاعر، تجزیہ۔ اقبال اور ذوق استفسار۔ اقبال اور تغزل۔ اقبال اور قطعہ۔ باہمی تنازعہ۔ اقبال کے ایک مصرعے کی تشریح۔ اقبال اور سپنگلر۔ کلام اقبال میں فنون لطیفہ کے عناصر۔ شعریات اقبال اور الہلال۔

خالد مسعود، ڈاکٹر

اقبال کا تصور اجتہاد: مکتبہ حرمت راولپنڈی۔ ۱۹۸۵ء۔ ۱۵۶ ص۔ ۲۲ × ۱۴ س م۔ ۵۰ روپے مجلد

ابتدائیہ از مصنف

ابواب: تاریخی پس منظر۔ اجتہاد کے مفاہیم کا تجزیہ۔ اقبال اور اجتہاد۔ اقبال کا تصور اجتہاد (۱) اجتہاد کی تعریف۔ اقبال کا تصور اجتہاد (۲) مسائل اجتہاد۔ اجتہادات اقبال

کتابیات

اشاریہ

زاہد حسین انجم

جہان اقبال: نقش پبلی کیشنز، راجپوت مارکیٹ اردو بازار، لاہور ۲ [۱۹۸۵ء] ۳۳۲ ص۔ ۱۷ × ۱۲ س م۔ ۲۴ روپے کاغذی جلد

"سوالاً جواباً معلومات پر مشتمل حیات اقبال پر موضوع وار شائع ہونے والی اپنی نوعیت کی منفرد اور سب سے بڑی کتاب"۔ [اقبال کوئز کے سلسلے کی کتاب]

سعد اللہ کلیم، ڈاکٹر

اقبال کے مشتبہ بر دستاویزات: اقبال اکادمی پاکستان لاہور۔ ۱۹۸۵ء۔ ۱۱۲ ص۔ ۲۲ × ۱۴ س م۔

۲۵ روپے کاغذی جلد

سعید اختر درانی، ڈاکٹر

اقبال یورپ میں: اقبال اکادمی پاکستان لاہور۔ ۱۹۸۵ء۔ ۴۳ + ۳۲۸ ص۔ ۲۱ x ۱۴ س م۔

۵۰ روپے مجلد

تقریظ از ڈاکٹر جاوید اقبال

دیباچہ از مصنف

مقالات: شاعر مشرق کی تاریخ پیدائش کا مسئلہ۔ علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش، چند نئے زاویے۔ اقبال کے استاد مشفق، سر طامس آرنلڈ۔ علامہ اقبال اور کیمبرج یونیورسٹی۔ کیمبرج میں علامہ اقبال کی یادگار۔ انگلستان میں علامہ اقبال کی چند دستی تحریریں۔ برمنگھم سے ایک خط۔ محمد اقبال اور جرمنی (نامہ و پیام دل کا) اقبال کے غیر مطبوعہ خطوط بنام مس ویگے ناسٹ۔ فلسفہ عجم کے اصل مسودے کی دریافت (اور اس کے متن کا تقابلی جائزہ) ہسپانیہ میں علامہ اقبال کے نقش قدم پر۔

ضمیمے: کیمبرج میں اقبال کی یادگار تختی از امین اسٹیفنز۔ برٹش میوزیم اور علامہ اقبال از یحییٰ اسٹیڈ۔ دستی تحریروں اور دستاویزات وغیرہ کی تصاویر۔ مس ویگے ناسٹ کے نام اقبال کے خطوط کے جرمن اور انگریزی متون۔ فلسفہ عجم کے چند غیر مطبوعہ صفحات کا عکس۔ لندن یونیورسٹی کا نصاب عربی (برائے ۱۹۰۰ء۔ ۱۹۰۸ء)

اشاریہ

اغلاط نامہ

سلیم اختر، ڈاکٹر

اقبال شناسی کے زاویے (منتخب مقالات مجلہ اقبال ۱۹۶۷ء-۱۹۸۴ء): بزم اقبال لاہور۔ ۱۹۸۵ء۔ ۱۶ + ۳۲۸ ص۔ ۲۳ x ۱۵ س م۔ ۴۰ روپے مجلد

دیباچہ از مرتب

مقالات: اقبال کے ساتھ انصاف کیجئے از احمد ندیم قاسمی۔ اقبال شناسی کی نئی جہتیں از پروفیسر وارث میر۔ ہم اور اقبال از ڈاکٹر علی شریعتی، ترجمہ از ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی۔ گلشن راز جدید خطبات کے آئینے میں از ڈاکٹر سید عبداللہ۔ مسند خلافت یا مجلس قانون ساز از ڈاکٹر وحید قریشی۔ علامہ اقبال اور کتاب زندہ از پروفیسر مرزا محمد منور۔ تلاش عزلت اور احساس تنہائی از پروفیسر وقار عظیم۔ اقبال کا نظریہ ثقافت از پروفیسر محمد عثمان اقبال اور سعدی از بشیر احمد ڈار۔ اقبال اور عشق از پروفیسر رؤف انجم۔ علامہ اقبال

کی سوانح عمری کا مسئلہ از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی - اقبال کا نظریۂ آبادی از سمیع اللہ قریشی - علامہ اقبال سے متعلق خوش فہمیاں از ڈاکٹر سلیم اختر - کلام اقبال میں تلمیحات قرآنی از عبداللہ فاروقی - تشبیہاتِ اقبال از چودھری نذیر احمد - اقبال کے چند تراجم و ماخوذات، تقابلی نمونے از ڈاکٹر محمد ریاض - پیامِ مشرق از چودھری محمد حسین - قائد اعظم کے نام علامہ اقبال کے دو اور خط اور پروفیسر محمد جہانگیر عالم - علامہ اقبال کا ایک خط پروفیسر رشید احمد صدیقی کے نام از محمد عبداللہ قریشی - نوادر اقبال از اختر راہی -

شریف المجاہد

علامہ اقبال: قائد اعظم اکادمی، ۲۹۷، ایم اے جناح روڈ کراچی ۵ اگست ۱۹۸۵ء، ۱۴۸ ص، ۲۲½×۱۴ سم
۵ روپے کاغذی جلد

مقدمہ از لیفٹیننٹ جنرل جمال سید میاں

حرفِ آغاز از مصنف

مباحث: ایک نیا شاعر، نوجوان اقبال - اقبال کا فکری ارتقا - شاعر اسلام - اقبال اور پاکستان - پیامِ اقبال - اقبال کے آخری ایام

شکور احسن، ڈاکٹر اے

زاقبال کے An Appreciation of Iqbal's Thought and Art
فکروفن کی تحسین ا: ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان لاہور، ۱۹۸۵ء، ۶ + ۲۴۰ ص، ۲۳×۱۵ سم
۶۰ روپے مجلد

دیباچہ از مصنف

مباحث: بہشت - خودی - عشق و عقل - اخوت اسلامی - مغرب - اقبال اور رومی - اقبال اور سنائی - اقبال اور حافظ - تصوف - فطرت - علامتیت - اقبال کا فروغ پذیر نقش، ایران میں -

اشاریہ

شکیل احمد سعید

اقبال، نئی تحقیق: اقبال اکیڈمی حیدرآباد (بھارت) مارچ ۱۹۸۵ء، ۱۸ + ۲۰۷ ص، ۲۱½×۱۴ سم
۲۵ روپے کاغذی جلد

سرورق: "آندھرا پردیش آرکائیوز کی اسناد پر مبنی، علامہ اقبال کے حالات، غیر مطبوعہ خطوط، تحقیق کے نئے گوشے"۔

حرف ہائے گفتنی از مصلح الدین سعدی
سید شکیل احمد کی دریافت از ڈاکٹر گیان چند
اقبال، حیدر آباد آرکائیوز میں از مصنف
[اقبال کمیٹی حیدر آباد کے مجلہ "اقبال ریویو" (اپریل تا جون ۱۹۸۴ء) کی کتابی اشاعت]

شہین دخت کامران مقدم (صفیار) دکتر (مترجم)
جاویدانِ اقبال (جلد دوم): اقبال اکادمی پاکستان لاہور - ۱۹۸۵ء - ۸ + ۵۰۷ ص ۲۱ × ½۱۳ سم مجلد
دیباچہ از پروفیسر محمد منور
مقدمہ از مترجم
[ڈاکٹر جاوید اقبال کی "زندہ رود"، جلد دوم کا فارسی ترجمہ]

صابر کلوروی، پروفیسر (مرتب)
اقبال کے ہم نشین، مکتبۂ خلیل گلستان سٹریٹ ۲۵ / ۱ اسلام گنج ابراہیم روڈ لاہور - اکتوبر ۱۹۸۵ء -
۲۸۲ ص - ۲۱ × ½۱۳ سم - ۶۰ روپے مجلد
عرض مرتب
پیش لفظ از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
[حصہ اوّل] اقبال اور انجمن از غلام محی الدین قصوری - علامہ اقبال، میری نظر میں از سر ظفر اللہ خاں - میرے بچپن کی یادداشت از اے رزاق - علامہ اقبال سے ایک یادگار ملاقات از شیخ عبدالرحیم ایڈووکیٹ - اقبال از آغا حید رحسن مرزا حضرت علامہ اقبال سے سلسلہ نیازمندی از اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی - یادِ اقبال از صغریٰ ہمایوں مرزا - ڈاکٹر اقبال از ضیاء الدین احمد بریلوی - ڈاکٹر اقبال سے پہلی ملاقات از سید ذوالفقار علی بخاری - اقبال اور طالب علم از حاجی سردار محمد - اقبال سے ملاقات از یوسف حسین خاں - یادِ اقبال از جمیل قدوائی - اقبال از مشتاق احمد وجدی - علامہ اقبال از مولوی فیروز الدین - علامہ اقبال، میری طالب علمی کے تاثرات از فضل حید - ڈاکٹر اقبال از پروفیسر محمد مجیب - اقبال سے ملاقات از خان عبدالغفار خان - اقبال از کرنل بشیر حسین زیدی - شاعرِ مشرق علامہ اقبال سے چند ملاقاتیں از سید بادشاہ حسین - علامہ اقبال، ملاقاتیں، یادیں، تاثرات از نواب مشتاق احمد خاں - علامہ اقبال از چراغ حسن حسرت - اقبال (۱۸۷۳ء-۱۹۳۸ء) از عبدالماجد دریابادی - اقبال از محمد علی طوبیٰ پاشا - علامہ اقبال کا انکشاف از ممتاز حسن - علامہ اقبال

چند یادیں از نجم الدین عشرت ۔ اقبال تاثرات و مشاہدات از رئیس احمد جعفری ۔ اقبال کا سفر افغانستان چند یادیں از مقبول احمد ۔ اقبال از محمد اسد ۔ علامہ اقبال کی زیارت از فیض لدھیانوی ۔ اقبال سے ایک ملاقات از ڈاکٹر ریاض الحسن ۔ اقبال، چند یادیں از ملک افتخار علی ۔ وضع سادہ از ڈاکٹر السعد مسعود ۔ علامہ اقبال کے ساتھ چند لمحے از محمد الیاس ۔ کشمیر اور ڈاکٹر اقبال از شیخ محمد عبداللہ ۔ اقبال سے میری پہلی ملاقات از ابو محمد مصلح ۔ اقبال از شورش کاشمیری ۔ تاثرات از چودھری محمد عبداللہ خاں اقبال از شوکت تھانوی ۔ اقبال از جواہر لال نہرو ۔ یوم اقبال از اسلم جیراج پوری ۔ حضرت علامہ اقبال سے آخری ملاقات از غلام احمد پرویز ۔ حضرت علامہ اقبال از شیخ عبدالشکور ۔ سوانحے راز ڈاکٹر اقبال از خواجہ غلام السیدین ۔

حصہ دوم : اقبال درون خانہ

میرا بھائی از کریم بی جیتقل اور اک از آفتاب اقبال ۔ آباجی از بیگم منیرہ صلاح الدین ۔ اقبال، ایک تاثر از بیگم محمودہ ریاض ۔ اقبال، چند یادیں، چند تاثرات از خالدہ صوفی ۔ اقبال کے حضور از مس ڈورس لینڈ ور

حصہ سوم : تاثرات

فتح محمد خاں ۔ شاہد احمد دہلوی ۔ علی بخش ۔ نذیر احمد ۔ آغا بیدار بخت ۔ سر محمد شفیع ۔ قاضی گوہر الرحمٰن نواب بہادر یار جنگ ۔ محمد اختر ۔ عرشی ملسیانی ۔ جانباز مرزا ۔ علم الدین سالک ۔ جسٹس ایس اے رحمٰن سید باد جہانزی ۔ غلام رسول مہر ۔ ابوالحسن علی ندوی ۔ عبدالرزاق کانپوری ۔

اشاریہ

عالم خوند میری ، پروفیسر [مرتب : محمد ظہیر الدین احمد]

اقبال کشش اور گریز : اقبال اکیڈیمی ، مدینہ مینشن ، نارائن گوڑہ حیدرآباد (آندھرا پردیش) فروری ۱۹۸۵ء

۱۴۰ ص ۔ ۲۲ × ۱۴ س م ۔ ۲۰ روپے کاغذی جلد

بیاد دوست [دیباچہ] از خلیل اللہ حسینی

پیش لفظ از محمد ظہیر الدین احمد

مقالات : انسانی تقدیر اور وقت ۔ فکر اقبال میں شخصیت ، تقدیر اور وقت ۔ "زماں" اقبال کے شاعرانہ عرفان کے آئینے میں ۔ جاوید نامہ ، فکری پس منظر ۔ اقبال اور تصوف ۔ کشش اور گریز ۔ مشرق اور مغرب علامت اور روایت ۔ تشخص اور خروج ۔ سرسید سے اقبال تک ذہنی سفر دانش وری کی روایت ۔

مسجدِ قرطبہ حیاتِ عالم، بہ یک نظر از مرتب

فتح محمد ملک

اقبال ـــ فکر و عمل : بزمِ اقبال کلب روڈ لاہور - ۱۹۸۵ء ۱۶۰ + ۱۵۲ ص - ۲۱/۲ × ۱۴ س م - ۴۲ روپے مجلد
پیش لفظ از احمد ندیم قاسمی - ابتدائیہ از مصنف
مقالات : اقبال ، بمجموعۂ اضداد یا دانائے راز ؟ - اقبال اثباتِ نبوت اور تصورِ پاکستان - اقبال اور سرزمین پاکستان - پاکستان اور مشکلاتِ لاالٰہ - اقبال اور ہماری ثقافتی تشکیلِ نو - اقبال اور ہماری ادبی تشکیلِ نو -
ضمیمے : اقبال اور سرزمین پاکستان [سلیم احمد اور مصنف کے درمیان ایک مکالمہ بصورتِ مکاتیب]
مسجد قرطبہ ایک سلسلۂ خیال کے تعاقب میں

کلیم صدیقی ، ڈاکٹر

اقبال کا تصورِ انقلاب اسلامی : مسلم انسٹی ٹیوٹ لندن - [۱۹۸۵ء] ۱۲ ص - ۲۰ × ۱/۲ ۱۴ س م - ق ن

محمد حسن الاعظمی

الثورۃ الاسلامیۃ الخالیہ [اسلام کے درِ بے بہا] : مینیجنگ ڈائرکٹر الازہر کوآپریٹیو سوسائٹی لمیٹڈ کراچی - اپریل ۱۹۸۴ء - ۴ - ۱۸ × ۲۴ س م - ۴۰ روپے غیر مجلد
[اقبال سے متعلق مصنف کی متفرق تحریریں جو قبل ازیں " الحیاۃ والموت فی فلسفۃ اقبال " کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہیں - سعدی کی منتخب حکایات مع عربی ترجمہ - اقبالیات اور اسلام سے متعلق بعض اکابر کی متفرق تحریریں - اقبال کی بعض نظموں کا عربی ترجمہ]

محمد ریاض ، ڈاکٹر

افاداتِ اقبال : مقبول اکیڈمی ۱۹۹ - سرکلر روڈ چوک انارکلی لاہور - [۱۹۸۵ء] ۲۷۵ ص - ۲۱ × ۱/۲ ۱۳ س م ۷۰ روپے مجلد
پیش گفتار از رحیم بخش شاہین
مقالات : خراجِ تحسین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت ابوعبیدہ ثقفی (بحوالہ اقبال) اقبال اور وحدتِ حق - اقبال ، اسلامی تصورِ ادب کا عظیم ترجمان - اقبال ، خود آموز مفکرین کے زمرے میں - اقبال کا تصورِ علم و تعلیم - اقبال اور معاشرے کی تعمیرِ نو - اقبال اور معاشرتی انصاف - علامہ اقبال کا فکری آہنگ - کلاسیکی ادبی روایات اور اقبال - اقبال کے مترادف اشعار - اصنافِ سخن میں اقبال

کی جہتیں۔ اقبال اور ان کی فارسی شاعری (سید محمد داعی الاسلام کے فارسی مقالے کا ترجمہ) افغانستان اور ایران میں اقبال شناسی۔ اقبال کی فارسی تصانیف (تعارف برائے طلبا) تازہ بہ تازہ، نو بہ نو ترکیب اقبال۔ اقبال اور جوہر کے روابط۔ پروفیسر عزیز احمد (مرحوم) کی اقبال شناسی۔ اقبال کا ایک ولولہ انگیز ترکیب بند (زمزمۂ انجم) علامہ اقبال اور مسلم خواتین کی جداگانہ یونیورسٹیاں۔ اقبال اور نژاد نو۔ علامہ اقبال اور تصور ریاست اسلامی۔

محمد ریاض، ڈاکٹر (مترجم)

شہپر جبریل [مصنف پروفیسر ڈاکٹر این میری شمل]: گلوب پبلشرز، لاہور ۱۹۸۵ء۔ ۸۰۰ ص۔
۲۳ x ۱۵ س م۔ ۹۶ روپے مجلد
تعارف از ڈاکٹر غلام علی الانا
مقدمہ از مترجم

[Gabriel's Wing کا ترجمہ]

محمد ریاض، ڈاکٹر (رابطہ کار)

اقبال کی اردو نثر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔ [۱۹۸۵ء]۔ ۲۰۷ ص۔ ۲۲½ x ۱۹ س م
ق ن [بی اے اقبالیات کی نصابی کتاب]

نصابی یونٹ: اقبال کی اردو نثر نگاری از رحیم بخش شاہین۔ بچوں کی تعلیم و تربیت از ڈاکٹر مشتاق احمد گرمانی۔ دیباچہ علم الاقتصاد از اقبال سحت۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ادبی تبصرہ از نثار احمد قریشی۔ دیباچہ پیام مشرق از ڈاکٹر سید محمد اکرم۔ اقبال کے بیانات و خطبات (۱) محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم از ڈاکٹر محمد ریاض اقبال کے بیانات اور خطبات (۲) شریکت اور اسلام، مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت، خطبہ صدارت ادارہ معارف اسلامیہ از اکرم حیدری۔ مکاتیب اقبال (۱) از صابر حسین کلوروی۔ مکاتیب اقبال (۲) از ڈاکٹر نجم الاسلام

اقبال کی فارسی شاعری: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔ ۱۹۸۴ء۔ ۲۵۱ ص۔ ۲۲ x ۱۸½ س م
۲۵ روپے۔ [بی اے اقبالیات کی نصاب کتاب]

نصابی یونٹ: علامہ اقبال کی فارسی شاعری، ایک منظر میں از سید محمد عبدالرشید فاضل۔ اقبال کی فارسی مثنویاں از رحیم بخش شاہین۔ اقبال کی فارسی شاعری میں ہیئت کے تجربے از ڈاکٹر سید محمد اکرم۔ پیام به جوانان از ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی۔ فارسی دو بیتیاں (رباعیات) از اکرم حیدری۔ اقبال کے اردو اور فارسی کے مترادف اشعار از ڈاکٹر محمد ریاض۔ غزلیات اقبال (از پیام مشرق) از نظیر صدیقی۔ غزلیات اقبال

(از زبور عجم) از محمد انور مسعود۔ نیازی فارسی قواعد از ڈاکٹر محمد ریاض

منظر حسین برلی، سید

محب وطن اقبال: ہریانہ ساہتیہ اکادمی، چنڈی گڑھ۔ طبع دوم: ۱۹۸۵ء ۔ ۱۴۰ص ۔ ۱/۴ ۲۱ × ۱۳ س م ۔ ۲۵ روپے مجلد

مباحث: وطن پرستی۔ ہندوستانی فکر و فلسفہ کا اثر۔ تحریک آزادی۔ قومی یکجہتی۔ نجی زندگی کے آئینے میں۔ اقبال اور پاکستان۔ نظر بازگشت۔

مقبول فرید آفندی

علامہ اقبال سوال و جواب میں: فیروز سنز لمیٹڈ لاہور [۱۹۸۵ء] ۱۲۸ص ۔ ۱۸ × ۱۲ س م ۔ ۱۰ روپے کاغذی جلد

[اقبالیات سے متعلق سوالات و جوابات ـــــ بہ سلسلہ اقبال کوئز]

منہاج الدین، ڈاکٹر ایس ایم

افکار و تصوراتِ اقبال: کاروانِ ادب، ملتان صدر۔ ۱۹۸۵ء ۔ ۳۰۴ ص ۔ ۲۲ × ۱۴ س م ۔ ۲۲/۵۰ روپے کاغذی جلد

سوت کی ایک انٹی [دیباچہ] از مصنف

مباحث: شخصیت اور شاعری۔ اقبال کا فلسفہ تعلیم۔ اقبال کا فلسفہ خودی۔ اقبال کا تصور مرد مومن اقبال کا تصور ملت۔ اقبال کا تصور ریاست۔ اقبال اور تحریک پاکستان۔ اقبال کا خطبہ الٰہ آباد۔ اقبال کا نظریۂ اجتہاد۔ اقبال کا تصور معیشت

کتابیات

میرزا ادیب

مطالعۂ اقبال کے چند پہلو: بزم اقبال لاہور۔ ۵ مارچ ۱۹۸۵ء ۔ ۲۳۹+۸ ص ۔ ۲۰ × ۱۳/۲ س م ۔ ۲۵ روپے مجلد

پیرایۂ آغاز از پروفیسر میرزا محمد منور

مقالات: علامہ اقبال بچوں کے لیے۔ علامہ اقبال کی ایک مثنوی، مسافر۔ علامہ اقبال کی ایک اور مثنوی، پس چہ باید کرد۔ علامہ اقبال کی دعائیں۔ علامہ اقبال اور مغربی تہذیب۔ علامہ اقبال کا ایک مثالی شہر۔ علامہ اقبال اور کرمکِ شب تاب۔ علامہ اقبال کی حکایات (اسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی میں سے)

ناصرہ حبیب (مرتب)

[اقبال کامل] بزمِ اقبال، لاہور مئی ۱۹۸۵ء۔ ۸+۱۰۶ ص Versatile Iqbal

۱/۲ ۱۴ x ۱۵ س م - ۵۵ روپے مجلد

پیش لفظ از مرتب

مقالات : اقبال بطور ایک ہیرو، اور ان کے ہیرو از ایم اے رحمان۔ اقبال کی خودی اس کے معانی اور عناصر استحکام از رفعت حسن وار برگ۔ "انسانی خودی بطور ایک تخلیقی عنصر" کے بارے میں اقبال کا نظریہ از کے اے حامد۔ کائنات میں انسان کے مقام کے بارے میں اقبال [کے خیالات] از ایس اے رحمٰن۔ انسان اور معاشرے کے بارے میں اقبال کا تصور از بی۔ اے ڈار۔ اقبال کے عمرانی اقتصادی معاملہ نظرات اور نصب العین از ایل ایس اے۔ اقبال کا معاشی فلسفہ از خواجہ امجد سعید۔ اقبال اور پاکستان کے نصب العین از جے ایل ایس بالجون۔ اقبال اور مسلم کلچر از اے آر انجم۔ اقبال کا اسلام اور جدید دور از جگن ناتھ آزاد۔ کیا مذہب ممکن ہے؟ از عبد القیوم۔ ڈاکٹر محمد اقبال کے تصورِ تغیر کی سائنسی بنیاد از ایل۔ ایس۔ اے۔ اقبال کا تصورِ عقل از محمد معروف۔ توحید کی معنویت اور اس کے مظاہر کے بارے میں اقبال کے نظریات از ڈاکٹر محمد ریاض۔ اقبال کی مابعد الطبیعیات اور دانتے از پروفیسر اشرف حسینی۔ روایتی تصوف میں اقبال کا [برپا کردہ] انقلاب از حافظ عباد اللہ فاروقی۔ اقبال اور علم الٰہی از ڈاکٹر محمد معروف۔ اقبال کی ابتدائی منظومات کا تاریخی پس منظر از بی۔ اے ڈار۔ اقبال نے پیامِ مشرق کیسے لکھی؟ از پروفیسر حمید احمد خاں۔ گوئٹے کو اقبال کا خراجِ عقیدت از ڈاکٹر ممتاز حسن۔ مستقبل کے مطالعاتِ اقبال پر چند خیالات از اینی میری شمل۔

اقبالِ لاہوری در کتابہائے درسی جمہوری اسلامی ایران : وزارتِ آموزش و پرورش تہران۔ پائیز ۱۳۶۳ [۱۹۸۴ء] ۱۰+۲۷ ص۔ ۲۸ x ۱/۲ ۱۹ س م۔ کاغذی جلد

[ایران کی نصابی اور درسی کتابوں میں مشمولہ کلامِ اقبال]

غیر مطبوعہ تحقیقی مقالات

اختر النساء

یوسف سلیم چشتی (بحیثیت شارحِ اردو) : شعبۂ اردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور ۱۹۸۵ء۔

۳۸۹ ص - ۲۹×۲×۲/۱/۲۱ س م - نگران: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
ابواب: احوال و آثار - اردو میں شرح نویسی کی روایت اور یوسف سلیم چشتی - شرح دیوانِ غالب. شرح بانگِ درا. شرح بالِ جبریل - شرح ضربِ کلیم - شرح ارمغانِ حجاز - شرح تلمیحات و مشکلات اکبر - یوسف سلیم چشتی بحیثیت شارحِ اردو۔

یاسمین کوثر

بشیر احمد ڈار بطور اقبال شناس: شعبۂ اُردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور ۱۹۸۵ء - ۱۹۷ ص - ۲۹×۲/۱/۲۱ س م - نگران: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
ابواب: حیات و تصانیف - تنقیدِ اقبال - تراجمِ اقبال - مرتباتِ اقبال - مجموعی جائزہ۔
کتابیات

فرخ طاہرہ نقوی

کلامِ اقبال میں قرآنی تلمیحات کا جائزہ: شعبۂ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور - ۱۹۸۵ء - ۱۷۵ ص - ۲۷×۲۱ س م - نگران: ڈاکٹر امان اللہ خاں۔
ابواب: تلمیح کا مفہوم اور اس کے اسلوب - شعرا کے کلام میں تلمیحات کی مثالیں - کلامِ اقبال میں قرآنی تلمیحات کے انداز - اردو کلام میں تلمیحاتِ قصصِ قرآن و آیاتِ قرآن - فارسی کلام میں تلمیحاتِ قصصِ قرآن و آیاتِ قرآن۔
مصادر

اقبال نمبر

احمد ندیم قاسمی
یونس جاوید } مجلسِ ادارت
احمد رضا

صحیفہ: مجلس ترقی ادب لاہور، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۵ء - ۱۰۴ ص - ۲/۱/۲۰×۱۶ س م، ۸ روپے کاغذی جلد
مضامین: اقبال کے ایک پیر و مرشد، اکبر الٰہ آبادی از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار - آفتاب اقبال از محمد عبداللہ قریشی
مذاکرہ: اقبالیات، ایک جائزہ - شرکاء: احمد ندیم قاسمی، پروفیسر مرزا محمد منور، عبداللہ قریشی۔

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا۔ سراج منیر۔ سعادت سعید۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
[اس شمارے کے تین مضامین اقبالیات سے غیر متعلق ہیں]

حمید جہلمی (ایڈیٹر)

امروز: روزنامہ امروز لاہور۔ ۲۱ اپریل ۱۹۸۵ء۔ ۸ + ۴ ص
مقالات: اقبال اور شیخ نور الدین (رشی) ولی از کلیم اختر۔ حکیم مشرق کی زیارت میں لاہور کی عوامی تحریکیں از عبدالقدیر رشک۔ زندہ رود [تبصرہ] از نسیم انجم۔ علامہ اقبال اور ہمارے نوجوان از سوئی گلزار احمد۔ اقبال، پیامبر خودی از طاہر لاہوری۔ حکمت اقبال کے حقائق و معارف از عشرت رحمانی۔ اقبال اور تصور عشق از پروفیسر محمد طاہر القادری۔ حیات اقبال ایک نظر میں [مصنف نامعلوم]
منظومات: از حکیم راحت نسیم سوہدری۔ رفیق ناز

حمید جہلمی (ایڈیٹر)

امروز: روزنامہ امروز لاہور۔ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ۴ + ۸ ص
مقالات: اقبال اور مجدد الف ثانی از کلیم اختر۔ علامہ اقبال کا نظریۂ پاکستان از ڈاکٹر وحید عشرت
علامہ اقبال اور مسئلہ توحید از عشرت رحمانی۔ اقبال کے کلام میں تلمیحات از سرور شہوار جلیل اقبال اور حدیث نبوی از عبدالرشید عراقی۔ اقبال کا تصور خودی از پروفیسر طاہر القادری۔ حیات اقبال، ایک نظر میں از محمد عظیم اقبال۔ اقبال اور مقام رسالت از سید عابد علی عابد۔ حیات اقبال تاریخوں کے آئینے میں از لڑی کے دل ــــ اداریہ بعنوان: اقبال

شجاعت، ایم

مغربی پاکستان: دفتر روزنامہ مغربی پاکستان بیڈن روڈ لاہور۔ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ۸ ص
مقالات: اسلام اور عشق رسالتمآبؐ۔ علامہ اقبال کی شاعری کے بنیادی پہلو ہیں از شہباز بخت۔ علامہ اقبال کا فکر و فلسفہ اور نظریۂ تعلیم از ڈاکٹر سکین علی حجازی۔ علامہ اقبال، اسلام کے مشعل بردار اور وحدت اسلامیہ کے علمبردار از عبدالجبار خالد۔ مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال از محمد آصف بھلی۔ اقبال، انسانی عظمت کے نقیب از ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ علامہ اقبال ایک عظیم مفکر اور فلسفی شاعر از شاہ محمد نظر نیازی
نظم: از اصغر جان مجری

ضیاء الاسلام انصاری (چیف ایڈیٹر)

مشرق: روزنامہ مشرق لاہور۔ ۲۱ اپریل ۱۹۸۵ء۔ ۸ + ۴ ص

مقالات : علامہ اقبال کی ازدواجی زندگی [مصنف نامعلوم] ۔ آرٹ ، علامہ اقبال کی نظر میں از ابرار حسین ۔
علامہ اقبال اور عالمی مفکرین از نگہت پروین ۔ نظم از حکیم راحت نسیم سوہدری

مشرق : روزنامہ مشرق لاہور ۔ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء ۔ ۸ + ۴ ص

مقالات : علامہ اقبال کا تصور جمہوریت از محمد شریف بقا ۔ ٹیپو سلطان "مہدی سوڈانی اور صلاح الدین ایوبی از ڈاکٹر معین الدین عقیل ۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال از سید طاہر علی رضوی ۔ علامہ اقبال نے برہمن سامراج کے عزائم اور سازشوں کا راز فاش کر دیا از محمد علی عارف ۔ علامہ اقبال ، محنت کشوں کے انقلابی شاعر از خورشید احمد ۔ علامہ اقبال اور حریت و آزادی از عشرت رحمانی ۔ حکیم الامت کا تصور آزادی از شاہ مصباح الدین شکیل ۔ حضرت علامہ اقبال ، ماہ و سال کے آئینے میں از ڈی کے دل ۔ شاعر مشرق ، اتحاد اسلامی کے سب سے بڑے نقیب از محمد سرور نوید ۔ اقبال کا شاہین از پروفیسر محمد احمد شاد ۔ علامہ مرحوم کی احیائے اسلام سے عقیدت از ملک محمد افضل صابر ۔ نوجوان نسل کو فکر اقبال سے روشناس کیجیے از فضل عظیم ۔ خطبۂ الہ آباد از محمد آصف بھلی

مجید نظامی (ایڈیٹر)

نوائے وقت : روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۱ اپریل ۱۹۸۵ء ۔ ۸ + ۴ ص

مقالات : پاکستانی مسائل اور اجتہاد از صاحبزادہ ساجد الرحمٰن ۔ علامہ اقبال ، آخری ملے ، آخری ایام از ڈاکٹر جاوید اقبال ۔ علامہ اقبال کے شب و روز کیسے گزرے ؟ از عبدالمجید میاں [سابق ایڈیٹر پاکستان ریویو] اقبال کا فکری ارتقاء از وقار انبالوی ۔ خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ ، از پروفیسر محمد منور ۔ فقط امروز ہے تیرا زمانہ از پروفیسر محمد سلیم ۔ تجلیات کلیم و مشاہدات حکیم [اقتباسات مرتبہ عشرت رحمانی ۔ اقبال اکیڈمی ، نیا سال نئے منصوبے ، از نوائے وقت فیچر]

نوائے وقت : روزنامہ نوائے وقت لاہور ۔ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء ، ۴ + ۴ ص

مقالات : علامہ اقبال اور قائد اعظم از ڈاکٹر وحید عشرت ۔ اقبال یورپ میں [سعید اختر درانی کی کتاب پر تبصرہ] از ڈاکٹر صدیق شبلی ۔ ملت اسلامیہ کا نقیب از عبدالجبار خالد ۔ اقبال اور جمہوری ریاست کا سفر از سید افضل حیدر ۔ اردو غزل پر اقبال کے احسانات از پریشان خٹک ۔ روس میں اقبال کی مقبولیت از جگن ناتھ آزاد ۔ اقبال ، احیائے اسلام کا نقیب از ڈاکٹر جاوید اقبال ۔ عشق کے دردمند کا طرز کلام اور ہے از بیگم ثاقبہ رحیم الدین ۔ اقبال کے ناقدین از ڈاکٹر منظور احمد ۔ اسلامی نشاۃ ثانیہ کے روشن امکانات از پروفیسر محمد منور ۔ اقبال کے انقلابی پیغام سے ہمارا سلوک از پروفیسر محمد سلیم ۔

اقبال ابستر علالت سے تحریک آزادی کی راہنمائی از م۔ ش ۔ ملتِ اسلامیہ کا درخشندہ ستارہ از رفعا بخاری

——— اداریہ بعنوان: اتحادِ عالمِ اسلامی کے لیے نسخۂ اقبال

منظومات از مظفر وارثی ۔ گفتار خیالی ۔ پروفیسر محمد منور

محمد احمد (ایڈیٹر)

حریت: روزنامہ حریت کراچی ۔ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء ۔ ۱۰ ص

مقالات: ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر از علامہ اقبال، ترجمہ از مولانا ظفر علی خان ۔ اقبال ایک باپ کی حیثیت سے از ڈاکٹر جاوید اقبال ۔ اقبال کی زندگی میں اہل لاہور نے یوم اقبال انتہائی شاندار طریقے سے منایا از عابد علی عابد ۔ اقبال میرا دوست از مولانا ظفر علی خان ۔ علامہ اقبال، ملی سیاست کے آئینے میں از قاضی عبدالرسول ۔ اقبال کا پیغام آزادی از نوابزادہ لیاقت علی خاں ۔ حیات اقبال، ایک نظر میں ماخوذ از روزگار فقیر۔

محمود احمد مدنی (ایڈیٹر)

جسارت: روزنامہ جسارت کراچی ۔ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء ۔ ۸ ص

مقالات: مسلمانوں کی سیاسی بیداری میں اقبال کا حصہ از ڈاکٹر محمود حسین ۔ فلسفۂ اقبال میں راہِ حیات از ڈاکٹر یوسف حسین ۔ کیا اقبال جمہوریت کے مخالف تھے؟ از عبدالکریم عابد ۔ تاریخ ساز اقبال از غالب عرفان ۔ اقبال کا تصورِ آزادی از سعید الرحمٰن

منظومات: از آثم میرزا ۔ شہباز امروہوی ۔ گفتار خیالی ۔

مصطفٰے صادق (ایڈیٹر)

وفاق: روزنامہ وفاق ۶، اے وارث روڈ لاہور ۔ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء ۔ ۸ ص

مقالات: اقبال آنے والے کل کا شاعر از پروفیسر ہارون الرشید تبسم ۔ شاعرِ مشرق از شہباز بخت ۔ نظامِ حکومت کی بحث اور اقبال از جمال حمید صدیقی ۔ اقبال اور نوجوان از توحید ربانی خاں ۔ علامہ اقبال ایک دردمند شاعر از عبدالرحمٰن نیاز ——— اداریہ بعنوان: اقبال کا پیغام

مقبول شریف (چیف ایڈیٹر)

پاکستان ٹائمز: روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور ۔ ۲۱ اپریل ۱۹۸۵ء ۔ ۱۲+۴ ص

مقالات: قائداعظم اور علامہ اقبال از عبدالقدیر نعمانی ۔ اقبال کی محبت رسول از ڈاکٹر آئی۔ اے ارشد ۔ اقبال اور فطرت نگاری از پروفیسر احمد سعید ۔ اقبال کا تصورِ عبادت از ڈاکٹر اے علی محمد ۔

مذہبی تجربے پر اقبال کے خیالات، از پروفیسر رفیع اللہ شہاب۔ اقبال کا شعری فن اور ان کا اسلوب از طارق علی اصغر۔ اقبال کے تصور میں اسلامی ریاست از ایس ایم اظہار الحق۔ اقبال نے رومی کو اپنا مرشد کیوں بنایا از ڈاکٹر نذیر قیصر۔

روزنامہ پاکستان ٹائمز۔ لاہور

۹ نومبر ۱۹۸۵ء ۱۲+۶ ص

مقالات: اقبال کا خواب پاکستان کے بارے میں از ایس کے جی۔ امت بمقابلہ قومیت از پروفیسر محمد منور مرزا۔ اقبال ملک الشعرا بہار اور پاکستان از ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی۔ علامہ اقبال تصوف کے بارے میں از پروفیسر رفیع اللہ شہاب۔ خودی کے عمرانی و اقتصادی مضمرات از پروفیسر منظور مرزا۔ اقبال کی محبت رسول از ایس ایم اظہار الحق۔ وحدت الوجود سے انسان دوستی تک از ڈاکٹر آئی۔ اے ارشد۔ مسلم قومیت کی نشوونما میں اقبال کا حصہ از شیر محمد گریوال۔ اقبال کے تصور کائنات پر سعدی کے اثرات از ڈاکٹر نذیر قیصر۔ اقبال ۔ مہربان سے انسان پرستی تک نقاب پوش عظمت شکن از امان اللہ گنڈاپور۔ اقبال نے تحریک آزادی کشمیر میں روح پھونک دی از میر عبدالعزیز۔ اقبال کا خواب از بشیر احمد

میر شکیل الرحمٰن (ریذیڈنٹ ایڈیٹر)

جنگ: روزنامہ جنگ لاہور - ۲۱ اپریل ۱۹۸۵ء

مقالات: اقبال کا تصور پاکستان (اداریہ از ایڈیٹر) ہمارے اقبال شناس بہت کم ہیں (انٹرویو از ڈاکٹر جاوید اقبال) از منور ظہور۔ فروغ اقبالیات کے لیے یونیورسٹی میں تدریس شروع کی جانی چاہیے (پروفیسر محمد منور سے انٹرویو)۔ فکر اقبال کی اسلامی اساس (مصنف نامعلوم) اقبال کا فلسفۂ فکر از ڈاکٹر نذیر قیصر

جنگ: روزنامہ جنگ لاہور - ۹ نومبر ۱۹۸۵ء - ۱۲ ص

مقالات: شاعر مشرق کا تصور پاکستان از ڈاکٹر جاوید اقبال۔ اقبال، شاعر فطرت یا حریف فطرت؟ از ڈاکٹر سید محمد عبداللہ۔ مسئلہ فنا و بقا اور اقبال از ڈاکٹر نذیر قیصر۔ اقبال کے سیاسی افکار از سید افضل حیدر۔ علامہ اقبال از نازرین از رشید تبسم۔ اقبال حقیقتوں کا شاعر از اظہر علی رضوی۔

قائم نقوی (ایڈیٹر)

ماہ نو: ماہنامہ ماہ نو ۲۲/۳۲ - اے حبیب اللہ روڈ لاہور - اپریل ۱۹۸۵ء ۹۴ ص ۲۷ × ۲۱ س م ۳ روپے
مقالات: کلیات اقبال کی کہانی از عبداللہ قریشی۔ خضر راہ، علامہ اقبال کی ایک طویل نظم از عارف عبدالمتین۔

علم اور واردات روحانی پر اقبال کا خطبہ از مختار صدیقی ۔ علامہ اقبال ، نیا تناظر از ڈاکٹر سلیم اختر ۔ اقبال اور مناظرِ قدرت از احمد سعید ۔ جوانانِ ملت کے لیے اقبال کی منظوم دعائیں از ڈاکٹر محمد ریاض ۔ فلک عطارد میں زندہ رود کا ورود از پروفیسر اشرف حسینی ۔ اقبال کا نظریۂ جمہوریت از پروفیسر علی محمد خاں ۔ اقبالیات اسد ملتانی [جعفر بلوچ کی مرتبہ کتاب پر تبصرہ] از طاہر شادانی ۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم از ڈاکٹر وحید عشرت ۔ اقبال ترجمانِ قرآن از طاہرہ حبیب احمد ۔ اقبال کی شاعری کا ابتدائی دور از شگفتہ بانو اقبال کے فکری ماخذات از نعمت الحق ۔ علامہ اقبال اور عشقِ رسولؐ از نگہت پروین ۔

منظومات : طفیل دارا ۔ احمد عزیز ریکت ادیب ۔ ساغر شیدائی ۔ شوکت مہدی ۔ حامد یزدانی

[حمد و نعت ، تبصرہ اور غزلوں کا حصہ اقبال سے متعلق نہیں ہے]

ماہِ نو : ماہنامہ ماہِ نو ۳۲-۱ اے حبیب اللہ روڈ لاہور ۔ نومبر ۱۹۸۵ء ، ۷۲ : ص ۷ ، ۲۱ ، ص ۳ ، ۲ روپے

مقالات : مصطفیٰ کمال اتاترک (ظفر اور اقبال کی نظر میں) از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ۔ اقبال کا علم کلام [علی عباس جلالپوری کی کتاب پر تبصرہ] از پروفیسر نظیر صدیقی ۔ علامہ اقبال اور بندۂ مزدور از مختار احمد عزمی ۔ اقبال اور فلسطین از ڈاکٹر نسرین اختر ۔ تہذیب مغرب اور اقبال از ڈاکٹر وحید عشرت ۔ مکاتیب اقبال از تنویر قیصر شاہد

منظومات : از خواجہ عابد نظامی ۔ وحید خیال ۔ شفیق احمد عزیز ۔ ضیا تیر

[حصہ اقبالیات ص ۷ تا ۲۶ پر محیط ہے ، باقی مندرجات اقبالیات سے غیر متعلق ہیں]

متفرق مضامین و مقالات

آغا ، ارگلاف ، پروفیسر

تبصرہ : Iqbal: Mind and Art [از جگن ناتھ آزاد] : اقبال ریویو لاہور ۔ اپریل تا جون ۱۹۸۵ء ۔ ص ۱۲۶ ۔ ۱۲۷

ابو سعید بزمی

فکرِ اقبال ، ہفت روزہ آوازِ خلق لاہور ۔ ۵ نومبر ۱۹۸۵ء ۔ ص ۱۹ - ۲۱

ابو سلمان شاہجہانپوری ، ڈاکٹر

مولانا محمد علی بحیثیت ماہرِ اقبالیات : قومی زبان ، کراچی ۔ جنوری ۱۹۸۵ء ۔ ص ۹ - ۱۴

ابو حامد فاروقی

ڈاکٹر محمد اقبال: لاہور، لاہور ۳ر اگست ۱۹۸۵ء ص ۴۔

اسرار احمد، ڈاکٹر

علامہ اقبال کا پیغام: حکمتِ قرآن لاہور، جون ۱۹۸۵ء۔ ص ۲۵

اسرار احمد سہاروی

آہنگِ اقبال کی خصوصیات: فاران کراچی، اپریل ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۹-۲۹

بشیر فاروقی

پیام اقبال، اقبال شاعر ملت اسلامیہ [نظم]: اظہار کراچی نومبر دسمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۰۱

پرویز

اسلامی حکومت کا تصور اقبال کے نزدیک: طلوعِ اسلام لاہور۔ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۷

توقیر احمد خاں

اقبال اور سنسکرت: ہماری زبان دہلی، ۱۵ر اکتوبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱-۲

ثاقب قریشی

علامہ اقبال کی سیرت اور افکار کی اہمیت: اظہار کراچی، نومبر دسمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۹۵-۹۸
علامہ اقبال کے افکار کی اہمیت: جنگ کراچی ۔ ۹ر نومبر ۱۹۸۵ء

جگن ناتھ آزاد

اقبال اور انجمن حمایت اسلام: سہ ماہی زبان و ادب، پٹنہ۔ اپریل تا جون ۱۹۸۵ء
اقبال کی بعض نظمیں اور ان کے متروک اشعار: سہ ماہی "توازن" مالیگاؤں نمبر ۶، ۱۹۸۵ء
انگلستان جانے کی تیاری [روداد اقبال کا ایک غیر مطبوعہ باب]: ماہنامہ قومی راج بمبئی
اقبال اور جوش [قسط ۱]: مریخ پٹنہ۔ مئی ۱۹۸۵ء
اقبال اور جوش [قسط ۲]: مریخ پٹنہ، جولائی تا دسمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۴-۱۰
اقبال کی نظم میں اصناف سخن: اقبال ریویو، لاہور، جنوری ۱۹۸۵ء ص ۸۹-۱۱۶
پریم چند اور اقبال: تخلیقی ادب ۵ [ماہنامہ اسلوب] کراچی، اکتوبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۵۰۴-۵۱۵
محمد اقبال، میر سید شکر: اقبالیات لاہور، جولائی تا ستمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۳۹-۱۵۴

جلیل عالی

اقبال فکری توازن کی علامت: جریدہ، میری کتاب، مکتبہ ارژنگ، پشاور، بوہم گی ۱۹۸۵ء ص ۸۵-۸۸

جمیل ملک

اقبال کے پسندیدہ شاعر: جریدہ تیسری کتاب (مرتبہ: زیتون بانو۔ ناصر سعید) مکتبہ ارژنگ پشاور۔
موسم گرما ۱۹۸۵ء۔ ص ۴۶۴-۴۷۵

جیلانی کامران

فکر اقبال اور نشاۃ ثانیہ کے تعلیمی اور علمی رویے: نئی قدریں، حیدرآباد سندھ۔ مئی جون ۱۹۸۵ء۔ ۳۰ش
ش ۵-۶۔ ص ۱۳-۱۶

حسن اختر، ڈاکٹر

اقبال کا سلسلۂ ملازمت: اقبال ریویو لاہور۔ جنوری ۱۹۸۵ء۔ ص ۹-۱۹۲

خالد رسول شیخ

اقبال، عشقِ رسولؐ کے آئینے میں: کارواں، ادبی مجلہ گورنمنٹ کالج جھنگ ۱۹۸۵ء۔ ص ۸۹-۹۱

رحیم بخش شاہین

اقبال کا تیسرا سفرِ یورپ: اقبالیات لاہور جولائی تا ستمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۱۷-۱۳۲

رستوگی، ڈاکٹر [تارا چرن]

Jagan Nath and Iqbalean Studies [جگن ناتھ اور مطالعاتِ اقبالیات]
اقبال ریویو لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۰۳-۱۱۰

رشید امجد

اقبال کا تصورِ زمان و مکاں: جریدہ تیسری کتاب۔ مکتبہ ارژنگ پشاور۔ موسم گرما ۱۹۸۵ء۔ ص ۴۸۱-۴۸۴

رفعت حسن

The Meaning and Role of Intuition in Iqbal's Philosophy [فلسفۂ اقبال
میں وجدان کا مفہوم اور اس کا کردار]: اقبال ریویو لاہور۔ اپریل تا جون ۱۹۸۵ء۔ ص ۷۶-۹۹

Iqbal's Philosophy of Art [اقبال کا فلسفۂ فن] اقبال ریویو
لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱-۱۸

رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر

اقبال کی ایک نادر تحریر بسلسلہ جاوید نامہ: کتاب نما دہلی۔ مئی ۱۹۸۵ء۔ ص ۳۴-۳۹۔ بیاد اقبال لاہور ۱۹۸۵ء
۱۹۸۴ء کے اقبالیاتی ادب کا جائزہ: اقبالیات لاہور۔ جولائی تا ستمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۵۵-۱۰۸

سرور اکبر آبادی، ڈاکٹر

اقبال کا فلسفۂ خودی: قومی زبان کراچی۔ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۹۔۱۳

سلیم اختر، پروفیسر

اقبال، ملی وحدت کی نشاۃ ثانیہ کا علمبردار: "مجریدہ" تیسری کتاب مکتبہ ارژنگ پشاور۔ موسم گرما ۱۹۸۵ء

ص ۴۶۴۔۴۷۵

شاہین شہید، ایس

اقبال کا تصور عشق: محفل لاہور، جنوری ۱۹۸۵ء۔ ص ۳۱۔۳۶

شفیق احمد عزیز

ڈاکٹر اقبال اور جہاد: اظہار کراچی، نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۹۹۔۱۰۱

شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر

آج کی دنیا اور اقبال: سب رس کراچی۔ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۶۔۱۱، ۱۶

شہزاد قیصر

Iqbal's Analysis of Muslim Culture: A Critical Study

[اقبال کا مسلم ثقافت کا تجزیہ، ایک تنقیدی مطالعہ]: اقبال ریویو لاہور

اکتوبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۱۱۔۱۴۲

ظفر الحسن، سیّد

علامہ اقبال کے خطبات پر سیّد ظفر الحسن مرحوم کا خطبۂ صدارت [انگریزی متن]: المعارف لاہور۔

جولائی ۱۹۸۵ء۔ ص ۳۱۷۔۳۲۰

صابر حسین جلیسوی، ڈاکٹر

حکیم الامت، انھوں نے آگہی کے چراغ روشن کیے: جنگ کراچی۔ ۹۔ نومبر ۱۹۸۵ء

صباح الدین عبدالرحمٰن، سیّد

زندہ رود کی تیسری جلد: نوائے وقت لاہور۔ ۲۳۔ نومبر ۱۹۸۵ء ص ۱۱، ۱۲

عالم خوندمیری، ڈاکٹر

زماں، اقبال کے شاعرانہ کشف کے آئینے میں: سب رس حیدر آباد [بھارت] جنوری ۱۹۸۵ء

ص ۵۷۔۶۴

عبدالرحمٰن، پروفیسر سید

اقبال اور پاکستان کی نظریاتی اساس، قومی و ملی تقاضوں کا امتزاج: فکر و نظر، اسلام آباد۔ جولائی تا ستمبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۲۳ - ۱۳۶

عبدالرحیم قدوائی

تبصرہ بر حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں (از محمد عبداللہ قریشی) ص ۸۳ - ۸۹

عبدالرشید فاضل

مثنوی رموز بے خودی: فاران، کراچی۔ نومبر ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۷ - ۲۴

عبدالشکور احسن، ڈاکٹر

ایران میں اقبال کی روز افزوں مقبولیت: حکمت قرآن اسلام آباد ش ۱ - ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۵

عبداللہ، ڈاکٹر سید

مطالعۂ اقبال، چند ضروری پہلو: اورینٹل کالج میگزین، یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور ۱۹۸۴ء [اشاعت مئی ۱۹۸۵ء] ص ۱ - ۶ ج ۵۸، ش ۴ و ج ۵۹، ش ۱، شمارہ مسلسل ۲۳۱، ۲۳۲

عبداللہ، ڈاکٹر سید (مترجم: ڈاکٹر آفتاب اصغر)

اقبال و تصوف: اورینٹل کالج میگزین، یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور۔ ۱۹۸۴ء [اشاعت مئی ۱۹۸۵ء] ص ۱۳۳ - ۱۴۲ ج ۵۸ ش ۴ و ج ۵۹ ش ۱، شمارہ مسلسل ۲۳۱، ۲۳۲

عبدالکریم عابد

فلسفۂ اقبال، خطبات کی روشنی میں: جسارت کراچی۔ ۲ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۳

عتیق احمد عتیقی

اقبال اور عشق رسولؐ: فاران کراچی، اپریل ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۱ - ۱۷

عطاء اللہ سجاد

اقبال: عظمت انسان اور انقلاب کا شاعر: نقوش لاہور، جون ۱۹۸۵ء۔ ص ۳۸۷ - ۳۹۱

غالب عرفان

مسجد قرطبہ علامہ اقبال کی عظیم تخلیق: اظہار کراچی۔ مارچ، اپریل ۱۹۸۵ء ص ۲۹ - ۳۱

غلام محمد نظامی

خواجہ غلام نظام الدین تونسوی اور علامہ اقبال: الشمس ملتان۔ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء،

فاروق علی:

اقبال کی شاعرانہ جمالیات: جریدہ، تیسری کتاب، مکتبہ ارژنگ پشاور۔ یوم گرما ۱۹۸۵ء ص ۴۸۹-۴۹۴

فاضل حسین تبسم

اقبال اور نوجوان: انصاف راولپنڈی ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۵ء

فتح محمد ملک

اقبال اور ہماری ادبی تشکیل نو: فنون لاہور۔ مئی ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۱۵

اقبال، اثباتِ نبوت اور پاکستان: نقوش لاہور۔ جون ۱۹۸۵ء۔ ص ۲۹۲-۲۹۸

فرمان فتح پوری، ڈاکٹر

اقبال اور پان اسلامزم: نگار پاکستان کراچی۔ اگست ۱۹۸۴ء۔ ص ۲۱-۳۴

کلیم اختر

بالِ جبریل کے منظوم کشمیری اور سنسکرت تراجم: اقبالیات لاہور۔ جولائی تا ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۱۳۳-۱۳۸

محبوب علی زیدی، پروفیسر

اقبال اور حبِ رسول: نخلستانِ ادب بہاول پور ۱۹۸۵ء۔ ص ۴۷

محمد آفتاب احمد ثاقب

علامہ اقبال کا نظریۂ عقل و عشق اور اس کا اردو شاعری پر اثر: اظہار کراچی۔ مارچ۔ اپریل ۱۹۸۵ء۔
ص ۱۸-۲۸

محمد اشرف حسینی

شاعرِ مشرق اور راستے: صحیفہ لاہور۔ جنوری فروری ۱۹۸۵ء۔ ص ۲۳-۲۶

محمد اقبال، علامہ

غیر مطبوعہ خط بنام الیاس برنی: سب رس، کراچی۔ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۷-۱۸

محمد حامد امیجر

اقبال کا نظریۂ فن: اقبال ریویو لاہور۔ جنوری ۱۹۸۵ء۔ ص ۱-۳۰

محمد حنیف فوق، ڈاکٹر

اقبال کے تصورِ خودی کی بین الاقوامیت: نقوش لاہور۔ جون ۱۹۸۵ء۔ ص ۳۹۹-۴۰۵

قائد اعظم، اتاترک، علی برادران اور رومی و اقبال کے بعض متوازی نقوش: قومی زبان، کراچی۔

نومبر ۱۹۸۱ء - ص ۵ - ۸

محمد ریاض، ڈاکٹر

دانائے راز [نذیر نیازی کی تصنیف پر تبصرہ] : اظہار کراچی - اکتوبر نومبر ۱۹۸۴ء

محمد سبطین سید

کلام اقبال میں عقل و عشق کا اختلاف : سب رس کراچی - اپریل ۱۹۸۵ء - ص ۱۶ - ۲۱

محمد سلیم، پروفیسر

فاران اکادمی ملتان میں چند لمحے اقبال کے ساتھ، نوائے وقت لاہور - ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء

محمد سہیل عمر / احمد جاوید

پیام مشرق (چند اشعار کا ترجمہ و فرہنگ) : اقبالیات لاہور، جولائی تا ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۱۰۹ - ۱۱۶

محمد عبداللہ قریشی

حیات جاوداں (چوتھی قسط) : صحیفہ لاہور - جولائی فروری ۱۹۸۵ء - ص ۱۳ - ۲۷

محمد معروف، ڈاکٹر

Javid Nama: A Study of World Civilization [جاوید نامہ:

عالمی تہذیب کا ایک مطالعہ] اقبال ریویو لاہور - اکتوبر ۱۹۸۵ء - ص ۱۲۳ - ۱۲۸

محمد منور

Iqbal and the words of the Quran [اقبال اور الفاظ قرآن] : اقبال ریویو لاہور

اکتوبر ۱۹۸۵ء - ص ۸۳ - ۹۸

Iqbal's Idea of Democracy [اقبال کا تصور جمہوریت] : اقبال ریویو لاہور

اپریل تا جون ۱۹۸۵ء - ص ۱۰۱ - ۱۱۸

پاکستان کا اقبالی وفد، قاہرہ میں، نوائے وقت لاہور، نومبر ۱۹۸۵ء

مجلس ترقی ادب لاہور (مرتب)

اردو شاعری پر افکار اقبال کے اثرات (ایک مذاکرہ) : صحیفہ، لاہور، جنوری فروری ۱۹۸۵ء ص ۱ - ۱۲

مختار زمان

Iqbal's Message of Activism [اقبال کا پیغام حرکت] ملان کراچی ۱۹ نومبر

۱۹۸۵ء - ص ۷

مسعود ہاشمی، پروفیسر سید
اقبال کا روشن ضمیر دوست، شادؔ: سب رس کراچی۔ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۲-۱۶
مظفر حسن ملک، ڈاکٹر
اقبال اور نظریہ پاکستان کا تجربہ: "اقبال"، بزم اقبال ۲ کلب روڈ لاہور۔ اپریل ۱۹۸۵ء۔ ص ۶۱-۷۴
معین الدین عقیل، ڈاکٹر
بعض شخصیات و تحریکات سے اقبال کی دلچسپی: اقبال ریویو لاہور۔ جنوری ۱۹۸۵ء۔ ص ۲۱-۴۰
ممتاز مرزا
علامہ اقبال کے کلام میں سندھی تراجم اور سندھی شاعری پر ان کے اثرات: جنگ کراچی ۹ نومبر ۱۹۸۵ء
منشاد علی، پروفیسر
فکر اقبال: نخلستان ادب بہاولپور۔ ۱۹۸۵ء۔ ص ۵۱
میرزا ادیب
علامہ اقبال اور انسانی درد و غم: نوائے وقت لاہور۔ ۲۳ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۲
نعیم احمد، پروفیسر
انسانی شخصیت، فرائڈ اور اقبال کی نظر میں: اقبال، بزم اقبال ۲ کلب روڈ لاہور۔ اپریل ۱۹۸۵ء۔ ص ۱-۱۵
نعیم نقوی، ڈاکٹر
علامہ اقبال اور مسئلہ جبر و قدر: جنگ کراچی۔ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء
نواب علی بارہوی، لیفٹیننٹ کرنل سید
شعر اقبال [دو اشعار کی تشریح] ہفت روزہ ہلال راولپنڈی ۲۷ نومبر ۱۹۸۵ء۔ ص ۵، ۷
وحید عشرت، ڈاکٹر
مطالعۂ اقبال کے چند پہلو [میرزا ادیب کی کتاب پر تبصرہ]: اقبالیات لاہور۔ جولائی تا ستمبر ۱۹۸۵ء
ص ۲۰۳ - ۲۰۵

پس نوشت

۱۹۸۵ء کے اقبالیاتی جائزے میں چند چیزوں کا تذکرہ رہ گیا ـــــ ایک تو ڈاکٹر محمد ریاض کی مرتبہ کتاب "حضرت شاہ ہمدان اور علامہ اقبال" ہے۔ جس میں مؤلف نے کئی مخطوطات کی بنیاد پر شاہ ہمدان کے فارسی مکاتیب کو بعض توضیحات

کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کا بجز نام کے، اقبالیات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دیباچے میں مرتب نے بتایا ہے، کہ پیشِ نظر کتاب میں حضرت شاہ ہمدان کے رسائل "مشارب الاذواق" اور "رسالہ فتوتیہ" بھی شامل کیے جا رہے ہیں، غالباً مذکورہ رسائل بروقتِ طباعت شامل نہیں ہو سکے۔ کتاب صرف مکاتیب پر مشتمل ہے۔

دوسرا کتابچہ "علامہ اقبال خطوط کے آئینے میں" ڈاکٹر جمیل جالبی کا ایک خطبہ ہے، جو انھوں نے بسلسلہ "اقبال میموریل لیکچرز" شعبۂ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے زیرِ اہتمام ۶؍ مئی کو سینیٹ ہال میں منعقدہ جلسے میں دیا ——— ان کے خیال میں اقبال کی شاعری کا مطالعہ کافی ہو چکا، اب ہمیں فکرِ اقبال کے مطالعے اور اس کی روایت کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے اور اس ضمن میں ان کے خطوط سے کام لینا چاہیے جن پر ابھی پوری طرح توجہ نہیں دی گئی اور ان پر وہ کام نہیں ہوا جس کے وہ مستحق ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے خطوطِ اقبال کے حوالے سے اقبال کی شخصیت اور فکر کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے بقول: "اقبال کے خطوط علم، فکر اور معلومات کا ایک ایسا ذخیرہ ہیں اور ان سے اقبال کی ذات و شخصیت، ان کے ذہنی عوامل و رجحانات، ان کے اندازِ فکر اور حالات کی ایک ایسی بھرپور تصویر سامنے آتی ہے کہ ہمیں اقبال کی عظمت کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے اور ہم اقبال کو اپنی قومی اور فکری زندگی میں حقیقی اہمیت دینے کے اہل ہو جاتے ہیں۔"

تیسری کتاب پروفیسر فروغ احمد (سابق استاد قائد اعظم کالج ڈھاکہ) کا مجموعۂ مضامین "تفہیمِ اقبال" ہے، جسے انھوں نے اقبال فہمی کے سلسلۂ جاریہ میں "شمولیت کی سعادت حاصل" کرنے کے خیال سے شائع کیا ہے۔ چھوٹے بڑے انیس مضامین کی غایت بقول مصنف: "کلام و پیامِ اقبال کی تفہیم "نہیں، اقبال فہمی سے متعلق بعض بنیادی امور کی تفہیم ہے"۔ (دیباچہ صفحہ ۶-۱)۔ پہلے پانچ مضامین کی نوعیت جائزوں اور تبصروں کی ہے۔ انھوں نے بعض معیاری جرائد کے اقبال نمبروں، اقبال صدی کے زمانے میں خصوصی اقبال اشاعتوں اور بعض کتابوں کا بدقتِ نظر اور بالتفصیل جائزہ لیا اور اقبالیات میں ان کی قدر و قیمت متعین کرنے کی کوشش ہے۔ چند مضامین اختلافی اور مدافعتی قسم کے ہیں۔ (اقبال عدالتِ تنقید کے کٹہرے میں۔ اقبال پر ترچھی نظر۔ اقبال کا تضاد)۔ حصہ سوم اور ششم کے مضامین کی نوعیت علمی ہے۔ ان میں سے "اقبال کا فلسفۂ خودی اور عقیدۂ آخرت" اور "فکرِ اقبال میں بلندی کا تصور" اور "پس چہ باید کرد ...! اقبال کا خود مرتب کردہ منشور"، اقبال ریویو میں شائع شدہ ہیں۔ یہ مضامین خاص طور پر اول الذکر، پروفیسر صاحب کی اقبال شناسی اور نقدِ اقبال میں ان کی بصیرت کی دلیل ہے۔ ان کا مطالعۂ قرآن، حدیث، اسلامی تاریخ، مغربی ادب و فلسفہ اور عمرانیات بہت وسیع ہے، جن کے بغیر اقبالیات پر کلام کرنا، خاطر خواہ نتائج پیدا نہیں کرتا۔

اقبال کے ہاں بیّنہ تضاد کا ذکر کرتے ہوئے، انھوں نے اقبالیات کی جدید اور جامع تدوین کی تجویز پیش کی ہے، جس کے ذریعے نہ صرف اقبال کے تضاد، بلکہ اس ضمن میں پیش آنے والے جملہ اشکالات کے حل بھی دریافت ہو سکیں گے (ص ۱۰۵)۔ اپنے طویل مضمون: "اقبال کا مطالعہ اور اقبالیات کی جدید تدوین" میں انھوں نے کہا ہے کہ اقبال کا اثر روز بروز وسیع تر ہوتا چلا جا

ہے حتیٰ کہ یورپ اور امریکہ کے حکماء بھی دلچسپی اور تشویش سے اس پر غور کرنے لگے ہیں اس لیے اقبالیات کو ایک شعبۂ علم کی حیثیت سے مرتب اور مدوّن کیا جانا چاہیے ـــــ اقبال فہمی کے سلسلے میں پروفیسر فروغ احمد اقبال کی شاعری کو کافی نہیں سمجھتے۔ انھوں نے شاعری کے ساتھ اقبال کی نثر، خطبات اور خطوط سے مدد لینے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اقبال اور اس کے فکر و فن کے جائزے یا احتساب کے لیے اس کے خط، اس کے مقالے اور اس کے شعر، تینوں ہی سے اقبال کی مکمل حیثیتِ مجموعی متعین ہو سکتی ہے"۔ (ص ۱۰)

اقبالیات کی تدوینِ جدید کے ضمن میں انھوں نے مرحلہ وار ایک نقشہ پیش کیا ہے اور نمونتاً جائزے کا ایک ریاضیاتی جدول بھی۔ وہ فروغِ اقبالیات کے پُرخلوص، پُرجوش مگر ہوشمند داعی ہیں۔ ان کے مضامین "اقبال کا عوامی پیغام"، "اقبال کا پیغام، عالمی انقلاب" اور "اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی" فروغِ فکرِ اقبال سے ان کی دلچسپی اور لگن کے آئینہ دار ہیں۔ وہ پاکستان میں اسلام کے ہمہ گیر نظام کے لیے کی جانے والی کوششوں اور عالمِ اسلام میں جاری مزاحمتی تحریکوں پر فکرِ اقبال کے اثرات کے معترف ہیں۔ ان کے بقول:

"فلسطینیوں کی استقامت اور افغانیوں کی زبردست مزاحمت اور ایران کی جانبازی نے ثابت کر دیا ہے کہ انسانی حوصلے کے آگے بڑی بڑی عسکری طاقتیں بھی ناکام و نامراد ہو سکتی ہیں۔ حالات بظاہر لاکھ پریشان کن ہوں، انشاءاللہ اقبال کے "عالمِ نو" کو ابھرنے سے زیادہ عرصہ تک روکا نہ جا سکے گا"۔

زیرِ نظر مجموعے میں شامل ایک مضمون "اقبال سے خالد تک" میں انھوں نے اقبال کے اثرات کے ضمن میں ماہرالقادری، حفیظ جالندھری، نعیم صدیقی، احسان دانش اور عبدالعزیز خالد کی شاعری کا ذکر کیا ہے۔ یہ مضمون ۱۹۶۹ء میں لکھا گیا تھا۔ عبدالعزیز خالد کی شاعری کے بارے میں انھوں نے جو کچھ کہا ہے (ص ۲۵۸) وہ نظرِ ثانی و ترمیم کا محتاج ہے۔ اسی طرح جب وہ یہ کہتے ہیں کہ صرف فارقلیط، منحمنّا اور لحنِ صریر میں (اور کسی حد تک کلکِ موج میں) اجنبیت کا غلبہ ہے اور

"بقیہ تمام مجموعے صاف اور رواں دواں شاعری کے نمونے ہیں"۔

(ص ۲۲۱)

تو اُن سے اتفاق کرنا مشکل ہے۔ اسی طرح پروفیسر فروغ احمد کا یہ بیان بھی محلِ نظر ہے کہ خالد کے یہاں عورت اور جنسی تجربات کی جھلکیاں، ان کی "جمال پرستی" ہے اور ان کی صحت مندانہ ترفیع Sublimation بھی ـــ ۱۹۶۹ء کے بعد سے اب تک، سترہ برسوں میں خالد کی شاعری کے نئے رُخ سامنے آئے ہیں۔ پھر اس عرصے میں ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اس لیے ان کے پورے شعری سرمائے کو سامنے رکھ کر اس کی قدر و قیمت متعین کرنے کی ضرورت ہے ـــ پروفیسر فروغ احمد کا یہ مجموعہ اقبال اور فکرِ اقبال سے ان کی دلی وابستگی اور تفہیمِ اقبال کے لیے ان کے جذبۂ مضطرب کی علامت ہے۔ اقبال،

ان کے الفاظ میں:

"تمام اونچے اور نیچے میناروں میں آج بھی قطب کالاٹ بنا کھڑا ہے"۔

زیر نظر مجموعے کے مضامین اسی لاٹ کی سربلندی، استواری اور استحکام کے لیے مصنف کی بے تابانہ آرزوؤں کا مظہر ہیں۔

علاوہ ازیں چند مضامین ہیں ــــــ ان سب کی کتابیاتی فہرست ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

کتب

جمیل جالبی، ڈاکٹر

علامہ اقبال خطوط کے آئینے میں: شعبۂ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، [مئی ۱۹۸۵ء] ۴۴ ص — ۲۴ × ۱۸ س م۔ ق ن۔ غیر مجلد

محمد ریاض، ڈاکٹر

حضرت شاہ ہمدان اور علامہ اقبال: اقبال اکادمی پاکستان لاہور، فروری ۱۹۸۵ء۔ ۴۰ ص۔ ۲۱ × ۱۴ س م۔ ۲۵ روپے۔ کاغذی جلد

فروغ احمد، پروفیسر

تفہیم اقبال: اردو اکیڈمی سندھ کراچی۔ ۱۹۸۵ء۔ ۲۹۰ ص۔ ۲۱ × ۱۳½ س م

مضامین: بعض معیاری جرائد کے اساسی اقبال نمبر۔ اقبال پر بعض معیاری جرائد کی خصوصی اشاعتیں۔ اقبالیات میں کچھ تازہ اضافے۔ "آئینہ کیوں نہ دوں"۔ خطوطِ اقبال کا دسواں مجموعہ (مرتبہ: رفیع الدین ہاشمی) اقبال عدالتِ تنقید کے کٹہرے میں۔ اقبال پر ترچھی نظر۔ اقبال کا تضاد۔ اقبال کا مطالعہ اور اقبالیات کی جدید تدوین۔ فکرِ اقبال میں بلندی کا تصور۔ اقبال کا فلسفۂ خودی اور عقیدۂ آخرت۔ عورت، کلامِ اقبال کے آئینے میں۔ اقبال سے خالد تک۔ فکرِ اقبال کا اثر بنگلہ زبان پر۔ کلامِ اقبال کے فکری عناصر۔ اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی۔ اقبال کا عوامی پیغام۔ اقبال کا پیغام، عالمی انقلاب۔ پس چہ باید کرد.....؟ اقبال کا خود مرتب کردہ منشور۔ اقبال کا عالمِ نو۔

مضامین و مقالات

احمد ندیم قاسمی

اقبال کی نئی تشکیل: "دستاویز" - اثبات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۸۴، راولپنڈی - دسمبر ۱۹۸۵ء
ص ۲۲۸ - ۲۳۱
[دیباچہ کتاب "اقبال، فکر و عمل از فتح محمد ملک]

حمید یزدانی، ڈاکٹر خواجہ

ایک ایرانی دانش ور کا خط جو اقبال کو نہ بھیجا جا سکا: جرنل آف ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان لاہور
اکتوبر ۱۹۸۵ء - ص ۲۷ - ۴۸
[محیط طباطبائی کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جاوید نامہ میں قرۃ العین طاہرہ سے منسوب اشعار
(گر بتو افتدم نظر چہرہ بہ چہرہ، رو بہ رو۔ ———) دراصل میرزا محمد طاہر وحید
قزوینی کے ہیں]

شمس الرحمٰن فاروقی

اردو غزل کی روایت اور اقبال: "دستاویز" - اثبات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۸۴، راولپنڈی
دسمبر ۱۹۸۵ء - ص ۱۰ - ۳۹

شہین دخت مقدم صفیاری، ڈاکٹر

اقبال از دید یک محقق ایرانی [فارسی]: پاکستان مصور، نومبر دسمبر ۱۹۸۵ء
اقبال و اندیشہ ایران: روزنامہ آفتاب ۹۸۵ء
زن از دیدگاہ علامہ اقبال [فارسی] کیہان فرہنگی ۱۹۸۵ء

عبدالشکور احسن، ڈاکٹر

[اقبال کا فروغ پذیر نقش Iqbals growing image in Iran.
ایران میں]: جرنل آف ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان لاہور، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۹ - ۵۰

یوسف حسین خاں، ڈاکٹر

خودی، عشق اور موت، ماہنامہ ذوق نظر حیدرآباد [بھارت] دسمبر ۱۹۸۵ء، ص ۴۱ - ۵۴

میاں عبدالعزیز ماواڈہ (ف ۰۸ جنوری ۱۹۷۱ء) کے نام اقبال کے انیس خطوط، پانچ دعوتی رقعات اور چند متفرقات کا ایک غیر مطبوعہ ذخیرہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور کی مساعی سے منظرِ عام پر آیا ہے۔ یہ سب ادارۂ ثقافت اسلامیہ کے شائع کردہ عکسی مرقع "نوادر" میں شامل ہیں۔ تمام خط انگریزی میں ہیں ان خطوں میں سے دو ۱۹۰۴ء کے ہیں اور بہت مفصل ہیں۔ ایک پر تو Confidential بھی درج ہے۔ یہ دو خط اس لیے اہم ہیں کہ اس وقت تک اقبال اور میاں عبدالعزیز کا باہمی رابطہ محض غائبانہ تھا۔ ملاقات نہ ہوئی تھی۔ میاں عبدالعزیز کا بیان ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے ۱۹۰۲ء میں انجمن حمایت اسلام کے ایک جلسے میں اقبال کو دیکھا اور ان کی نظم سنی تھی، مگر ملاقاتیں ۱۹۰۸ء میں جا کر ہوئیں (نقوش، اقبال نمبر ۲، ص ۱۲۹) ان خطوط میں اقبال، اپنے اس نادیدہ دوست کے از حد مداح نظر آتے ہیں۔ غالباً ماواڈہ کے پُرخلوص خطوں کا ان کے دل پر گہرا نقش تھا۔ وہ اس خلوص کے معترف ہیں، اور باقاعدہ تعارف نہ ہونے کے باوجود انہیں "بہترین دوستوں" میں شمار کرتے ہیں۔ اقبال کے الفاظ میں:

Kindered natures need no introduction

میاں عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ ۱۹۰۸ء میں جب اقبال ہوشیارپور آئے تو میری ان سے بے تکلفی ہو گئی۔ مگر اقبال کے ۱۹۰۴ء کے خطوں میں بھی ایک گونہ بے تکلفی موجود ہے۔ البتہ اس بے تکلفی کے باوجود، مکتوب الیہ کے لیے ادب و احترام کا ایک رویہ موجود ہے —— ملاقات کے بعد اپنائیت زیادہ ہو گئی۔ اب وہ مکتوب الیہ کو My dear Sheikh Sahib کے بجائے My dear Aziz سے خطاب کرتے ہیں —— بعد کے خطوط نسبتاً مختصر ہیں، اور بیشتر تو ہوشیارپور نہ آ سکنے کے معذرت نامے ہیں۔ سبب معذرت کئی طرح کے ہیں، مثلاً اکتوبر ۱۹۰۴ء میں اقبال بتاتے ہیں، کہ میاں شاہ دین نے میرا نام یونیورسٹی فیلو کے لیے تجویز کر دیا ہے۔ الیکشن میں مصروفیت رہے گی، اس لیے نہیں آ سکتا۔ مگر ایک خط میں صاف اعتراف کرتے ہیں کہ I am immovable by nature. —— چند خطوط کی حیثیت انجمن حمایت اسلام یا دیگر قومی اور ملی مجالس میں شرکت کے اطلاعی یا دعوتی رقعوں کی ہے۔